ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۰ اپریل ۱۹۶۲ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

علامہ انور صابری مدظلہ دہلی سے لاہور بسلسلۂ تعزیت تشریف لائے تو آپ نے ارتجالاً یہ اشعار ارشاد فرمائے۔ ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں ــــــ (نظر)

یہ فضا اللہ کی رحمت میں ڈھلتی جائے گی
خاک مرقد سے تری خوشبو نکلتی جائے گی

جو ترے الفاظ سے روشن ہوئی تھی دہر میں
آندھیوں میں بھی تری وہ شمع جلتی جائے گی

ہر نظر کو کیف تیرے دم سے ملتا جائے گا
روح تیرے سایۂ ایماں میں پلتی جائے گی

جس زمیں کو تو نے سینچا ہے خود اپنے خون سے
وہ زمیں تفسیر کا سونا اگلتی جائے گی

ذہن سے تا عمر جا سکتا نہیں تیرا خیال
یاد تیری حشر تک دل میں مچلتی جائے گی

ربطِ باہم کے مبلغ! تیرے فیضِ روح سے
ہند و پاکستان کی دنیا بدلتی جائے گی

حق پرستوں کو محمد ﷺ سے جو ورثے میں ملی
گردنِ باطل پہ وہ تلوار چلتی جائے گی

قصرِ دیں کی تجھ سے جو دیوار مستحکم ہوئی
زلزلوں کی زد پہ آ کر بھی سنبھلتی جائے گی

ہے یقیں انور کو تیرے ذکر کی برکات سے
جو بلا بھی سر پہ آئے گی وہ ٹلتی جائے گی

انور صابری
۱۰ اپریل ۶۲ء
دہلی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ہفت روزہ **خدّام الدّین** لاہور

جلد ۷ | ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۶۲ء | شمارہ ۵۰

محکمہ تعلیم و محکمہ جیلخانجات کا منظور شدہ

اس شمارہ میں

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان

سالانہ:- گیارہ روپے　ششماہی:- چھ روپے

سہ ماہی:- تین روپے　فی پرچہ:- ۲۵ پیسے

افریقہ، سعودی، عرب، کویت	سالانہ عام ڈاک سے
ایران، ملایا، ہانگ کانگ	۱۸ روپے ۷۵ پیسے
امریکہ، انگلینڈ۔	ہوائی ڈاک سے چون روپے

ان ممالک کے لئے چھ ماہ سے کم میعاد کے لئے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں
چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے

اداریہ

انتخابات اور مسلمانوں کا فرض

قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے ہزارہا افراد نے کاغذات داخل کئے اور سوائے چند کے تمام امیدواروں کے کاغذات منظور ہو گئے۔ اگر ہم امیدواروں کی فہرست پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں ہر مکتبۂ خیال کے لوگوں کے ساتھ ساتھ بعض جیّد اور مخلص علماء کرام کے نام بھی نظر آئیں گے۔

اس انتخاب میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب صدر مدرس قاسم العلوم ملتان و ناظم اعلیٰ وفاق المدارس عربیہ پاکستان (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مہتمم مدرسہ نجم المدارس کلاچی۔ حضرت مولانا علاؤالدین صاحب مہتمم مدرسہ نعمانیہ۔ حضرت مولانا حضرت علی صاحب مدرس دارالعلوم عربیہ بنوں اور شیر سرحد یادگارِ سلف حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ایسے اکابر امت اور صلحائے ملّت بھی حصّہ لے رہے ہیں ہم اپنی صوابدید پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ علماء دین جن کی ملّی خدمات کی ساری قوم معترف ہے نہ تو اقتدار کے خواہش مند ہیں اور نہ ہی دولت و ثروت کی حرص انہیں اس کوچے میں لائی ہے۔ بلکہ جذبۂ خدمتِ دینی اور غیرتِ ملّی انہیں اس وادیٔ پرخار میں لانے کا باعث بنا ہے۔

حکومت نے واشگاف الفاظ میں بارہا اعلان کیا ہے کہ اسلام کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ اس تصریح کی موجودگی میں علماء کا اسمبلی میں منتخب ہو کر جانا نہایت ضروری ہے —— آج کل فتنوں کا دور ہے اکثر لوگ کفر کو اسلام سمجھنے لگے ہیں۔ دین کے نام سے بے دینی پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ کتاب و سنت کے معانی میں تحریف کرنا ان کی زندگی کا مقصد ہو چکا ہے۔ سلف صالحین کی راہ سے ہٹ کر قرآن پاک کی تشریح و تفسیر اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں۔ خدا کا کوئی خوف ان کے دل میں نہیں رہا —— اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیاء ان کی آنکھوں سے رخصت ہو چکی ہے ——

ان حالات میں علماء ربّانیین ہی ملک و قوم کی صحیح راہنمائی کر سکتے ہیں اور ہچکولے کھاتی ہوئی کشتیِ ملّت کو ساحلِ مراد تک پہنچانے میں ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔

اسلامی قوانین کی تشریحات اور باریک مسائل کی تحقیقات کا اہم فریضہ محض علماء ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جو علماء کو الیکشن کے جھمیلے میں پھنسانے کا سبب ہوئی ہے علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ جب اکٹھے بیٹھ کر حکومت کے عین منشاء کے مطابق ملک و ملّت کے مفاد پر سوچے گا تو اس جدید و قدیم نظریۂ خیال کے امتزاج سے روشن مستقبل کی راہیں ہموار ہوں گی۔ علماء نے اپنی خدمات پیش کر کے اپنی فراست کا ثبوت دیا ہے۔ حکومت کا بھی یہی ایماء ہے کہ دیانت دار اور اچھے لوگ جن کے اخلاق بلند اور کردار بے داغ ہوں منتخب ہو کر قوم کی بہتری کے لئے جان کی بازی لگائیں اور وطن کی ترقی کے خطوط مرتب کریں۔

اب مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ غیرت و حمیّت اسلامی کا ثبوت دیں اور علماء کو کامیاب بنا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ملک کے جن گوشوں میں امیدوار علماء کرام کا فقدان ہے وہاں ایسے حضرات کا تعاون کرنا جن کی سابقہ زندگی ملک و ملّت کی مخلصانہ ہمدردی کے لئے ہمہ تن مصروف کار رہی ہو اور احکام شرعیہ کی پابندی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہو۔ اس سلسلہ میں علماء کرام کی راہنمائی اپنے لئے ضروری اور قابل فخر سمجھتے ہوں اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ انہیں ماہیٔ بے آب کی طرح بے قرار کئے رہتا ہو، بلا خوفِ لومۃ لائم اور طمع و لالچ سے بے داغ ہو کر ان کی مدد کرنا درحقیقت اکابرِ امّت سے تعاون کے مترادف سمجھا جائے گا۔

سیاست کیا ہے دنیا میں فقط اللہ سے ڈرنا
حضورِ خواجۂ کونین کی عزّت پہ کٹ مرنا

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۶ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۲ر اپریل ۱۹۶۲ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ کے صاحبزادہ
مولانا حمید اللہ مدظلہ نے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۱ رکوع ۲)

ترجمہ - البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے - جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے

اس آیت کے حاشیہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - یعنی پیغمبر کو دیکھو ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں - حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر انہیں پر ہے - مجال ہے پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے - جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں - اور کثرت سے خدائے تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں - اُن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے - چاہئے کہ ہر معاملہ میں اُن کے نقش قدم پر چلیں - ہمیں چاہئے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سیکھیں اور سکھائیں - اور یہ کہ عبادت اُسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعال، اقوال اور احوال، (شریعت، طریقت اور حقیقت) پر سختی سے کاربند رہیں -

امت کے ہر فرد پر تبلیغ کرنا فرض ہے آپ کو چاہئے - کہ اپنے دوستوں، اقرباء اور اولاد کو آیت مذکورہ کی روشنی میں سنت پر عمل کی دعوت دیتے رہیں -

اللہ تبارک و تعالیٰ سورۃ الاحزاب رکوع ۵ میں فرماتے ہیں -

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ○

ترجمہ - اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد - اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے -

مرد اور عورت کی زندگی کے دائرے گو الگ الگ ہیں - مگر اخلاق اور روحانیت کے تعلق میں کوئی فرق نہیں - جو لوگ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں - اُن کو اللہ تعالیٰ اس آیت شریف میں مغفرت اور بخشش کی بشارت دیتے ہیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَأَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهِ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ (ترمذی)

ترجمہ - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا - اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے - تاکہ میں اُس پر آسانی سے عمل کر سکوں - آپؐ نے فرمایا - ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہ -

جسم کی عبادت یہ ہے - کہ زبان سے اللہ کی یاد کرتا رہے - اور ہاتھ سے دُنیا کے کام اللہ تعالیٰ نے کثرت سے یاد کرنے والوں کے لئے جو وعدے فرمائے ہیں - وہ یقیناً سچے ہیں - اور اُن پر عمل کرنے میں ہی فلاح و کامرانی کا راز مضمر ہے سورۃ فاطر پارہ ۲۲ رکوع ۱ میں ارشاد ہے -

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ ○

ترجمہ - اے لوگو! بیشک اللہ تعالےٰ کا وعدہ ٹھیک ہے - سو نہ بہکائے تم کو دنیا کی زندگانی - اور نہ دغا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغا باز -

اس آیت کریمہ میں شیطان کے پُرفریب حسین و جمیل چال سے خبردار کیا گیا ہے - جنوں اور انسانوں میں شیطان ہوتے ہیں وہ اپنے لشکر کو بلاتا ہے - تاکہ وہ دوزخ میں جانے والے ہو جائیں - کبھی تصوف کے بھیس میں دھوکا دیتا ہے - اس سے ہشیار رہیں - کہ کہیں یہ تصوف کے بھیس میں شیطان تو گمراہ نہیں کر رہا - تصوف مقبول بارگاہِ الٰہی وہی ہوگا - جو سنت کے مطابق ہوگا - غیر شرعی صوفی قابل تقلید نہیں

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ)

ترجمہ - حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے کوئی نئی چیز نکالی ہمارے اس معاملے میں (دین میں) جو کہ اس میں نہیں ہے - پس وہ مردود ہے -

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے - کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے بہتر کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے - بہترین نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے - اور بُرا فعل دین میں نئی بات نکالنا ہے - ہر نئی بات جو دین میں بنائی جائے وہ گمراہی ہے

حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں بلا لیا - میں نے پچھلی جمعرات کو بھی عرض کیا تھا - کہ شریعت کے خلاف ہمارا کوئی فعل نہیں ہونا چاہئے ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا احیاء ہی سب سے ضروری ہے -

بزرگانِ دین کی روح کو اُسی صورت میں خوشی نصیب ہو سکتی ہے - کہ ہمارا کوئی کام شرعی احکام کے خلاف نہ ہو - میرے والد صاحب کی قبر سے معطر مٹی لوگ لے جاتے

(بقیہ صفحہ ...)

ڈاکٹر مناظر حسین نظر

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتابِ زندگی پر نگاہ ڈالئے تو صاف نظر آئے گا کہ قدرت کے دستِ کریمانہ ان کی تربیت میں برابر مصروف رہے۔ اور نسیم سحرگاہی کے جھونکوں نے ان کے گیسوئے زندگی سنوارنے اور بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ابھی کتمِ عدم میں تھے کہ والدین نے (اللہ ان کی قبروں کو نور سے بھرے) نذر مانی کہ ہونے والے مولود کو اللہ کی راہ میں وقف کریں گے۔ پاکباز ماں اور جذبۂ عشقِ الٰہی سے سرشار والد کی پُرخلوص دعاؤں اور مَنّت نے قبولیت کا لبادہ پہنا تو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ کا ہیولیٰ تیار ہوا۔ جلوہ گاہِ ہستی میں قدم رکھا تو آنکھیں امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ایسے مایہ ناز مفکرِ اسلام کی آغوشِ محبت میں کھولیں۔ سرخیلِ قافلۂ حریت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مکتبۂ فکر میں پروان چڑھے۔ مظہرِ جمالِ الٰہی صدیقِ دوراں حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری قدس سرہ العزیز اور پرتوِ جلالِ ربانی غوثِ صمدانی سیدنا تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہٗ ایسے مشائخِ طریقت کے سایۂ عاطفت میں منازلِ سلوک طے کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور امامِ انقلاب حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فکرِ قرآن کی مشعلِ فروزاں آپ کے حوالے کی اور حضرت دین پوریؒ اور حضرت امروٹی رحمہم اللہ علیہم نے علومِ باطنی کی دولت سے مالامال کر کے خرقۂ خلافت سے نوازا۔

ایسے ایسے ائمۂ وقت اور اقطاب و اغواثِ اُمت کی توجہاتِ روحانی کا خصوصی مرکز اور ان کے طریق کا امین ہونا خاص انعامِ ربانی نہیں تو اور کیا ہے ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ جذبۂ جہادِ حریت اور عشقِ الٰہی کا ولولہ رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ اور حضرتِ اقدس علیہ الرحمۃ کی ذات میں مختلف علوم و کمالات، متضاد صفات و خوبیوں کی یکجائی کچھ اس طرح ہو گئی تھی کہ لکھنے والا قلم ان کی زندگی کے کسی گوشہ کو متعین نہیں کر سکتا۔ اگر ان کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو علم و عرفان، عمل و اخلاص، شہنشاہی و گدائی، تمکنت و ایثار، غازیانہ روح اور شہیدانہ تڑپ، عالمانہ وقار اور فقیرانہ طور طریق کے سینکڑوں نقوش اس طرح اُبھر کر آپ کے سامنے آ جائیں گے کہ آپ بیساختہ کہہ اٹھیں گے۔ ع

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

اور ماننا پڑے گا کہ وہ اپنے ظاہر و باطن اور جسم و روح کے اعتبار سے ایک ایسی مافوق الفطرت ہستی تھے جس کی نظیر اب صدیوں پیدا نہ ہوگی۔

شاہ ولی اللہؒ کی بلندیٔ فکر اور تجدیدو احیائے اُمت کا کارنامہ، شاہ عبد القادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کی فراستِ قرآنیہ، شاہ عبد العزیزؒ کا علم و عرفان، امام المجاہدین کا ذوقِ عمل، شہدائے بالاکوٹ کا جوشِ جہاد شاہ محمد اسحاق اور شاہ محمد یعقوب کا جذبۂ ہجرت، جنگِ آزادی کے شرکاء کی پامردی، انبالہ جیل کے قیدیوں کی داستانِ دار و رسن، کالے پانی کے اسیروں کا عزم و ثبات، علمائے حق کا اعلائے کلمۃ الحق اور شوقِ شہادت، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی حکمت و فراست، شیخ الہندؒ کی قیادت اور تحریکِ آزادی، حضرت مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاست اور انقلاب آفرینی، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی سیادت و للہیت اور اخلاص کی مکمل روح اگر کسی انسانی قالب میں جاری و ساری تھی تو وہ صرف حضرت اقدس مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی تھی۔

آپ کے ساتھ اس شاندار و باوقار تاریخ کا ایک مبارک دَور ختم ہو گیا۔

علامہ انور صابری مدظلہ العالی خادم آستانہ کلیر شریف اظہارِ تعزیت کے لئے دہلی سے لاہور تشریف لائے تو ان کے ہمراہ ان کے دیدۂ دل میں سمٹی ہوئی کاروانِ عمل کی ایک پوری تاریخ تھی۔ وہ شدتِ غم سے بیقرار تصویرِ داد بنے لحن داؤدی میں یہ اشعار الاپتے نظر آئے ؎

شدتِ غم اس قدر احساسِ دل پر چھا گئی
زندگی کو موت کی آغوش میں پہنچا گئی
دیکھنا یوں بند ہو جائیں گی آنکھیں ایک دن
آپ سمجھیں گے بہت آرام سے نیند آ گئی

پھر فرمایا۔

"ڈاکٹر بھائی! ہم اور آپ کیا جانیں حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامِ بلند کو۔ کوئی جا کر شیخ مدنی قدس سرہ العزیز سے پوچھتا تو اندازہ ہوتا مولانا احمد علی کیا تھے۔"

حضرت مولاناؒ کی خدماتِ جلیلہ پر اخفار کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ایک جھلک بھی دنیا ان گوشوں کو دیکھ پاتی جو رازِ سربستہ کی صورت میں بعض انفاسِ قدسیہ کے سینوں میں محفوظ ہیں تو یقین جانئے ایک عالم انہیں پوجنے لگتا اور تاریخ ان کے آستانۂ عظمت پر نیازمندانہ انداز میں سر جھکا کر گذرتی۔

وہ عرفانِ نبوت و الوہیت کے اس مقام پر فائز تھے جسے صدیقیت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو مزاجِ نبوت کے عین مطابق ہوتا ہے۔

اس موقعہ پر آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھ کر شرکائے مجلس کو تڑپا دیا ؎

دامنِ ثور کے خاموش نظاروں کی قسم
خلوتِ خاص کے شب تاب ستاروں کی قسم
روئے محبوب کو چوما کئے آنسو تیرے
دستِ جبریل میں تولے گئے بازو تیرے

ق قرنی کا قرینہ تیری تعمیر میں تھا
اویس تاج خلافت تیری تقدیر میں تھا

پھر فرمایا :-

یہاں معاملہ سرتا سر نظری ہوتا ہے یا صدری -

؎ یہاں نگاہ سے چلتا ہے کاروبارِ حیات
زبانِ عشق ہے ناواقفِ کلام اے دوست

یہاں سے سلسلۂ سخن حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ کی طرف مڑا اور خاندان ولی اللہی کا تجزیہ ان الفاظ میں فرمایا :-

"ولی اللہی خاندان میں یہ ادا روز اوّل سے چلی آتی ہے کہ وہ دن کو گھوڑے کے سوار ہوتے ہیں اور رات کو مصلّے کی پشت پر بارگاہِ ربّ العزت میں مصروفِ راز و نیاز۔"

پھر ایک سرد آہ کھینچ کر کہا :-

"مولانا کی وفات صدیوں کے دین و عمل کی تاریخ کی موت ہے ـــ

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے شاہ ولی اللہؒ، مجاہدین میں سید احمد شہید اور تصوّف میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تھے۔"

حضرت اقدس نوّر اللہ مرقدہٗ کے مزار پُر انوار کے متعلق کہا :-

"اس چھوٹی سی قبر میں جسے حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کیا جاتا ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ تک سیاسی تدبّر، اسلامی تفقہ، بصیرتِ قرآنیہ اور معرفتِ الٰہیہ کی پوری تاریخ دفن ہے -

؎

دلیلِ اسوۂ پیغمبری کو دیکھا تھا
ز فرق تا بقدم زندگی کو دیکھا تھا
نہیں ہے کم یہ سعادت میری نظر کے لئے
بہت قریب سے احمد علی کو دیکھا تھا

حروفِ آخر تھے :-

"میں اکثر بارگاہ ربّ العزّت میں دست بدعا رہتا تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز کے صاحبزادگان ان کے صحیح جانشین ہوں۔ ہر دو اکابر کا سلسلۂ فیض جاری رہے، ان کے نقوش تابدار ابھرتے رہیں اور وہ آنے والی نسل اور موجودہ پود دونوں کے لئے رہنمائے حیات ہوں۔

الحمد للہ خدائے عزّ و جل نے میری یہ دعا قبول فرما لی ہے۔ دیوبند میں حضرت مولانا

اسعد میاں صاحب سلمہٗ کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور گلشن امید سرا بھرا نظر آتا ہے۔ لاہور آ کر حضرت مولانا عبید اللہ انور سلمہٗ کی زیارت کی تو جی باغ باغ ہو گیا اور چمنستان تمنّا میں بہار دوڑتی ہوئی دکھائی دی ـــ دونوں ہی صحیح جانشین ہیں اور وراثتِ اکابر کی منزل کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اللہ ہمارے بزرگوں کی ان جیتی جاگتی یادگاروں کو قائم و دائم رکھے اور ان کے فیوض و برکات کا سلسلہ تا ابد جاری و ساری رہے۔

"ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

ابھی یہ الفاظ ادا ہی کر رہے تھے کہ ارتجالاً یہ قطعہ ان کی زبان پر آ گیا۔ اور علّامہ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرما کر میرے حوالے کیا :-

عجب تاثیر دی مولا نے میری
دعائے سینۂ حق آفریں میں
رُخِ احمد علی کی ہے تجلّی
عبید اللہ انور کی جبیں میں

اور ابھی یہ قطعہ تحریر ہی کیا تھا کہ ذیل کے اشعار بھی فی البدیہہ اُن کے چشمۂ دماغ سے اُبل پڑے اور زینتِ قرطاس ہو گئے ـــ حضرت علامہ اُس وقت محویّت کے عالم میں تھے۔ معلوم ہوتا تھا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار صحبتوں کے رُوح پرور نقوش اُن کے لوحِ دل پر اُبھر آئے ہیں یا ماضی کی یادوں کے آبدار موتی قلب و نظر کی گہرائیوں میں ڈوب کر نکال لانے کی فکر میں ہیں۔

آپ نے حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کو کس رنگ میں دیکھا اور ان کی زندگی کن حقائق کی آئینہ دار دیکھی اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے :-

مشیّت کے ارادوں کی حسیں تفسیر دیکھی تھی
مزاجِ سرورِ کونین کی تصویر دیکھی تھی
رُخِ علامہ "احمد علی" کی ہر تجلّی میں
نبوّت کے سراجِ علم کی تنویر دیکھی تھی
مجھے اپنی نگاہوں پر نہ کیونکر ناز ہو انور
قرونِ اوّلیں کے خواب کی تعبیر دیکھی تھی

حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کی لحد پاک پر

طیورانِ سحر کا ہم آہنگ ہو کر

دلِ حزین و نگاہِ ملول لایا ہوں
نظر کا جذبۂ حسنِ قبول لایا ہوں
شعور و دانشِ فکرِ رسولؐ لایا ہوں
تری لحد پہ عقیدت کے پھول لایا ہوں

مجھے جواب دعاؤ لبِ سلام ملے
خواصِ سرورِ کونین کا مقام ملے

انور صابری
لاہور

خطبہ یوم الجمعہ ۷ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۳ر اپریل ۱۹۶۲ء

یہ خطبہ جمعہ بھی حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ تحریر فرمودہ ہے جسے اس جمعۃ المبارک کو احقر نے دوبارہ پڑھ کر سنایا۔ گاہے گاہے باز خواں.......
(احقر عبید اللہ انور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ

ذمہ داریوں کی دو قسمیں

برادرانِ اسلام آج کے معروضات کا عنوان "ذمہ داریوں کی دو قسمیں" ہیں۔ معزز حاضرین! جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ آپ کو دربار شہنشاہی (جامع مسجد) میں اس لئے بلاتا ہے۔ تاکہ آپ کو آپ کے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ فرمائے۔ اس لئے خطیب کا تو یہ فرض ہے۔ کہ شہنشاہِ حقیقی عزوجل کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن کی روشنی میں آپ کے حالات پر تنقیدی نگاہ ڈالے قرآن مجید کی ہدایات کے نقطۂ نگاہ سے آپ کو جانچے۔ جو کوتاہی اور بے راہ روی آپ میں پائی جائے۔ اس کی اصلاح کی طرف توجہ دلائے۔ تاکہ آپ اس دنیا سے اپنی ذمہ داریوں کو نباہ کر جائیں اور قیامت کے دن امتحان عمری میں کامیاب ہو جائیں۔ اور دوزخ سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں۔ اور اس امتحان عمری سے پہلے قبر میں جب آپ داخل ہوں۔ تو وہ آپ کے لئے دوزخ کا گڑھا نہ بنے۔ بلکہ بہشت کا باغ بن جائے۔ اور آپ کا یہ فرض ہے۔ کہ خطیب جو کہے اسے گوشِ دل سے سنیں۔ اور لوح دل پر لکھ کرلے جائیں۔ اسے عملی جامہ پہنائیں۔ تاکہ وہ نتائج حسنہ نکل آئیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ معزز حضرات! ہماری ذمہ داریوں کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم کی ذمہ داریاں

ا۔ اعتقادات وہ ہیں۔ جن میں ہر مرد و زن۔ پیر و جوان۔ ہر شاہ و گدا ہر امیر و غریب۔ جاہل و عالم ان میں یکساں طور پر ذمہ دار ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لا شریک لہٗ ماننا۔ اس کے تمام صفات پر ایمان لانا۔ اس کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔ اس کے تمام ملائکہ عظام پر ایمان لانا۔ اس کے تمام بھیجے ہوئے پیغمبروں کو سچا جاننا۔ اس کی تقدیر پر ایمان لانا۔ قیامت کے دن قبروں سے نکل کر میدان محشر میں آنے اور حساب کتاب ہونے پر ایمان لانا۔

ب اعمال میں بھی تقریباً تمام مرد و زن مساوی ہیں۔ مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ۔ لہٰذا جب تک انسان کے اعتقادات قرآن مجید کے مطابق نہیں ہونگے اور اعمال صالحہ کا پابند نہیں ہوگا۔ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکے گا۔

دوسری قسم کی ذمہ داریاں

وہ ہیں۔ جو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ پہلی قسم کی ذمہ داریوں کے علاوہ ان دوسری قسم کی ذمہ داریوں کا انجام دینا بھی ضروری ہے۔ جو شخص ان مقدمی ذمہ داریوں کو انجام نہیں دے گا۔ وہ بھی یقیناً گرفت الٰہی میں آئے گا۔ اور عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اللھم لا تجعلنا منھم اس قسم کی ذمہ داریوں کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال (مرد کی ذمہ داری)

مرد اگرچہ نماز۔ روزہ وغیرہ احکام شرعیہ کا پابند ہو۔ مگر اس کا سلوک بیوی بچوں سے اچھا نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کی کوئی عزت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

ترجمہ۔ تم میں سے اچھا وہ آدمی ہے جس کا سلوک اپنے بال بچوں سے اچھا ہو۔ دوسرا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَانِ فَلَمْ یَعْدِلْ بَیْنَھُمَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَشِقُّہٗ سَاقِطٌ

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں۔ اور ان میں انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن ایسے حال میں (میدان محشر) میں آئے گا۔ کہ اس کا آدھا وجود گرنے والا ہوگا۔ (یعنی ایک حصہ وجود کا صحیح و سالم ہوگا۔ اور دوسرا حصہ بے جان ہونے کے باعث جھکا ہوا ہوگا

دوسری مثال (عورت کی ذمہ داری)

اگر مرد عورت سے راضی ہے تو اس کے لئے بہشت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا اِمْرَاَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ

ترجمہ۔ ام سلمہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت ایسے حال میں فوت ہو جائے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ بہشت میں جائے گی۔

نافرمان عورت پر فرشتوں کی لعنت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ اِمْرَاَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْھَا الْمَلَائِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ

ترجمہ ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا۔ کہ جب مرد اپنی عورت کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور عورت آنے سے انکار کرے۔ پھر وہ مرد ساری رات ناراض رہے۔ اس عورت پر فرشتے صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

تیسری مثال (صلہ رحمی)

اگر ایک شخص نماز روزے کا پابند

ہے۔ حج بھی کر آیا ہے۔ زکوٰۃ بھی باقاعدہ ادا کرتا ہے۔ مگر رشتہ داروں سے اس کا سلوک اچھا نہیں ہے۔ تو وہ بھی دوزخ کی ہوا کھائے بغیر جنت میں نہیں جاسکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو

عَنْ جُبَيْرٍ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ

ترجمہ۔ جبیرؓ بن مطعم سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قطع رحم کرنے والا بہشت میں نہیں جائے گا۔ (یعنی جس کا سلوک) اپنے رشتہ داروں سے اچھا نہیں ہوگا۔ وہ ابتداً بہشت میں نہیں جائے گا اگرچہ دوزخ کی سزا بھگتنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکل آئیگا

چوتھی مثال (ظالم حاکم پر بہشت کا حرام ہونا

عَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ وَالٍ يَلِيْ رَعِيَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌ لَّهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ۔ معقلؓ بن یسار سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ جو حاکم مسلمانوں کی رعیت پر حاکم ہوجائے پھر وہ ایسے حال میں مرے کہ ان کے معاملے میں وہ خیانت اور ظلم کرتا تھا۔ تو اس حاکم پر اللہ نے بہشت حرام کر دیا ہے۔

رشوت خور حاکم پر لعنت

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔

پانچویں مثال

اشاعت دین کرنے والے عالم کی فضیلت

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلَيْنِ كَانَا فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْآخَرُ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ هٰذَا الْعَالِمِ الَّذِيْ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ كَفَضْلِيْ عَلٰى أَدْنَاكُمْ (رواہ الدارمی)

ترجمہ۔ حسنؓ سے مرسل روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کے متعلق سوال کیا گیا۔ جو بنی اسرائیل میں سے تھے۔ ایک ان میں سے عالم تھا۔ فرض نماز ادا کرکے بیٹھ جاتا تھا۔ پھر لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا تھا۔ اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا تھا۔ اور رات کو نماز پڑھتا تھا۔ (سوال کیا گیا) کہ اُن دونوں میں افضل کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عالم کی فضیلت جو فرض ادا کرتا تھا۔ پھر بیٹھ کر لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا تھا اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو نماز پڑھتا تھا۔ ایسی ہے جس طرح مجھے تم میں سے ایک ادنےٰ درجہ کے مسلمان پر ہے) یعنی جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ایک ادنیٰ درجہ کے مسلمان سے بلند ہے۔ اتنا ہی اس عالم کا درجہ اس عابد سے بلند ہے

بُرے عالم کی مذمت

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ أَنْ يَّأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ إِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَآءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ

ترجمہ۔ علیؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ جس پر فقط اسلام کا نام باقی رہ جائے گا۔ اور قرآن کی ایک رسم رہ جائے گی۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی۔ مگر ان میں ہدایت نہیں ہوگی۔ علماء آسمان کے تلے رہنے والوں میں سے بدترین ہوں گے۔ انہیں میں سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹے گا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

لال دین اخگر۔ بی۔ اے بی ٹی ہائی سکول بھالیکے

حضرت شیخ التفسیر کی وفات حسرت آیات اور آپ کی چند پیش گوئیاں

وہ مہر ولایت جو آج سے ۶۷ برس قبل مطلع شہود پر چمکا۔ اور اپنی ضیا پاشیوں سے تقریباً نصف صدی تک سعید روحوں کو منور کرتا رہا۔ ۲۳؍ فروری بمطابق ۱۷؍ رمضان المبارک بروز جمعہ عالم جاودانی کے مغرب میں باذن اللہ رو پوش ہوگیا۔ پوری دنیائے اسلام پر کسوف کے اندھیرے چھا گئے اور انوارِ ولایت کے سہارے پر راہ ہدایت پر چلنے والے مسافر سہم کر رہ گئے۔ آہ۔ ان بیچاروں کو کیا خبر تھی۔ کہ ہادی مشفق اُن کو اچانک چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اور دوبارہ واپس نہیں آئے گا۔ لہٰذا لاکھوں وابستگان کی اشکبار آنکھیں اُس رُوحانی تنویر کی تلاش کرنے لگیں۔ لیکن اب سوائے حسرت کے کچھ باقی نہ تھا۔ تمام پسماندگان کے دلوں میں یہی ایک آرزو کسک بن کر رہ گئی۔ کہ کاش حضرت شیخ التفسیر اور زندہ رہتے کاش ہم حرمان نصیب حضرت قطب الاقطاب کی پیغمبرانہ صحبت سے اور مستفیض ہوتے کاش یہ سانحہ عظیم ہماری زندگی میں وقوع پذیر نہ ہوتا۔ اللہ! اللہ! اگرچہ بظاہر وہ ایک زندگی تھی مگر لاکھوں نفوس کے لئے سرمایہ حیات تھی ہاں ہاں وہ فردوس بہار تھی

جس سے کروڑوں چمنستانِ قلوب روحانی شگفتگی سے ہم آغوش ہوتے تھے اُس کی فرحت اُس کی نورانی فضائیں۔ اُس کی ملکوتی کیفیتیں اور اُس کی مشکبار ہواؤں کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے۔ جس نے باطنی تزکیہ کے اسرار و غوامض پر برسوں غور کیا ہو۔ قدرتِ خداوندی کیا ہے؟ عالم احدیت کے انوار سے کیا مراد ہے؟ نبوّت کی وہبی شان کس کو کہتے ہیں؟ صاحب ولایت نبوّت و رسالت سے کیونکر کسب ضیا کرتا ہے؟ علم ظاہری کے حدود اور خارجی موثرات اور علم باطنی کی پہنائیاں اور عالم لاہوت کے مناظر کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ لیکن ایسے دل و دماغ کہاں۔

عصرِ ما مارا ز ما بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفےٰ بیگانہ کرد (اقبال مرحوم)

عصرِ حاضر کی کور باطنی کا جتنا بھی ماتم کیا جائے۔ کم ہے۔ لہٰذا حضرت شیخ التفسیر مرحوم کے مقام کو کون جان سکتا تھا۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ عوام کی زبانیں بیساختہ بول اُٹھتی تھیں۔ کہ حضرت مولانا و مرشدنا زمانے کے قطب ہیں۔ علماء کرام کے دل حضرت مرحوم کے نام پر عظمت سے جھک جاتے تھے اور تہذیب مغرب کے دلدادہ حضرات اگر عقیدت سے حاضر ہوتے۔ اور اس بزم ولایت میں ساعت دو ساعت بیٹھ جاتے۔ تو دلوں میں انقلاب لے کر جاتے تھے۔ مگر یہ ساری ظاہر بین آنکھیں تھیں۔

ایں کار حکیمے نیست دامانِ کلیمے گیر (اقبال مرحوم)
صد بندۂ ساحل مست یک بندہ دریاست

حضرات اولیاء کرام کا گروہ جن کی روحوں پر پاکیزہ فطرت اسلاف کی صحبت میں رہ کر قرآن و حدیث کا رنگ چڑھ چکا تھا اُن کو حضرت مخدومنا پر دور حاضر کے ابوحنیفہ یا امام احمد بن حنبل، بایزید بسطامی یا حضرت جنیدؒ کا یقین ہوتا تھا۔ اور یہ امر لاکھوں حقائق اپنے پہلو میں لئے ہوئے ہے۔ کہ میدان عمل میں حضرت والا قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کی شان رکھتے تھے یہی وجہ ہے۔ کہ وہ خوش نصیب لوگ جو آپ کی نگاہِ پاکباز کے سامنے اپنے دلوں کو اصلاح و تزکیہ کے لئے پیش کرتے تھے۔ اُن میں کا ہر فرد اس حقیقت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

من نمیدانم چہ افسوں مے کند
روح را در تن دگرگوں مے کند
صحبت اُو ہر خزف را دُر کند
حکمت اُو ہر تہی را پُر کند (اقبال مرحوم)

خیر! میں آج کی فرصت میں شیخ التفسیر مرحوم کی اُن باتوں کو حوالۂ قلم کر رہا ہوں جن کا تعلق آپ کے سانحۂ ارتحال سے ہے۔ دراصل ولایت اور انکشافِ حالاتِ مستقبل بڑی ہی قریب کی چیزیں تھیں۔ آپ نے اپنی رحلت کے متعلق چند اشارات سے نہیں بلکہ توضیحات سے بتا دیا تھا۔ مگر ہم قسمت کے ہیٹوں میں کوئی بھی صدیق اکبرؓ کا سا دل و دماغ نہیں رکھتا تھا۔ جو اُن باتوں کا وجدانی تجزیہ کرتا۔ اور حضرت والا جاہ کی وفات پُرملال سے چند برس یا مہینے بلکہ چند دنوں پیشتر اعلان کر دیتا کہ حضرت شیخ المشائخ بزمِ ناسوت سے رخصت ہونے والے ہیں اب واقعات کی روشنی میں اس بحث کا حل کیا جاتا ہے۔

۱۹۵۸ء میں ہمارے گاؤں کی جامع مسجد کے خطیب جناب مفتی ابوالشفاء صاحب کندیاں شریف سے واپس آئے۔ تو فرمانے لگے۔ کہ وہاں ایک مجذوب نے کچھ محویت و جذب کے عالم میں چند باتیں فرمائیں۔ جو کہ ہر لحاظ سے صحیح تھیں۔ اور اُسی استغراق و انہماک مجذوبانہ میں پکار کر کہنے لگا۔ کہ لوگو! تمہارا یہ خیال ہے۔ کہ لاہور میں صرف ایک حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ ہیں۔ آؤ اگر زندہ علی ہجویری دیکھنا ہو۔ تو شیرانوالہ دروازہ میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب کو دیکھو۔ مگر اُن کا وقت تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ اس واقعہ کے سننے کے بعد میں نے کئی دوستوں سے بیان کیا۔ مگر مجھ کو کیا خبر تھی۔ کہ اُن کا وقت تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ کی کیا تحدید ہوسکتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت عالی مقام کے حضور میں مَیں نے یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے دو بار مجھ سے سنا اور خاموش رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ حضرت مرحوم کے سامنے بیان کرتے وقت مجھ کو آخری جملہ یاد نہ رہا۔ آپ کا دو بار سننا شاید میرے اخفا کو اظہار میں تبدیل کرنا مقصود ہو۔ یہ وہ پیشینگوئی تھی۔ جو ایک مجذوب وقت کی زبان پر جاری ہوئی۔ مجھ کو جب یاد آتا۔ دل دھک سے رہ جاتا۔ اور میں حضرت کے مبارک چہرے پر حسرت بھری نگاہیں ڈال کر کلیجہ مسوس لیتا تھا۔

گزشتہ دو سال سے متواتر حرمین الشریفین تشریف لے جانے کے موقعہ پر کچھ ایسے الفاظ ضرور زبانِ مبارک سے نکالتے۔ کہ آپ کی واپسی تک آپ کے غلاموں کے دل خوف سے کانپتے رہتے۔

ایک رات نماز عشاء کے بعد حسب معمول عقیدتمندوں کی ایک جماعت آپ کے پیچھے آپ کے درِ ولایت تک پہنچی۔ میں اور میرا چھوٹا بچہ امین الدین بھی ہمراہ تھے رخصت کے موقعہ پر ہمارے والد روحانی نے بڑوں سے مصافحہ فرمایا۔ اور امین الدین کے سر پر پدرانہ دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا۔ ہم نہیں ہوں گے۔ مگر تجھ کو یاد رہے گا۔ کہ میں یہاں آیا کرتا تھا۔ اُس وقت مجھ کو بچہ کی سعادت کا خیال مسرور کر رہا تھا۔ مگر مجھ کوتاہ بین کو کیا خبر تھی۔ کہ ہمارے شفیق و رؤف مربّی تقریباً چھ مہینے کے بعد فردوس بریں میں جا بسینگے۔

میری اہلیہ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت نانا جان وفات سے چند دن پہلے اپنے پوتوں کا نام لے کر فرمانے لگے کہ اجمل کو ہم یاد رہیں گے۔ مگر اکمل ہم کو بھول جائے گا۔

ہر کہ از سرّ نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریلِ امیں گردد قریب (اقبال مرحوم)

بزرگو اور عزیزو! اگر حضرت فردوس مکانی اور دس سال بقید حیات رہتے۔ آپ کے پوتے اُس وقت بفضل ایزد متعال دونو چودہ سال سے بڑے ہوتے۔ اور لازماً دونو صاحبزادے اپنے فخر دوراں دادا جان کو تمام زندگی یاد رکھتے۔ اور اگر حضرت محترم المقام کو کم از کم دو برس ہی اور زندہ رہنا ہوتا۔ تو اکمل کے متعلق یہ نہ فرماتے۔ کہ یہ ہم کو بھول جائیگا۔ واحسرتا! یہ پیشین گوئی آپ کی وفات کے بعد بیان کی گئی۔ خدائے ذوالمنن علامہ اقبال مرحوم کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنائے۔ ایسے ہی بزرگانِ پاک باطن کے متعلق فرما گئے ہیں۔

سِرِّ دیں مارا خبر اُو را نظر
اُو درونِ خانہ ما بیرونِ در
در جہانِ بے ثبات اُو را ثبات
مرگ اُو را از مقاماتِ حیات

حضرت مولانا محمد صابر صاحب جن کے کانوں میں حضرت مشفق و شفیق نے تقریباً بیس سال تک پدرانہ و عارفانہ سرگوشیاں فرمائیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت مرحوم حاجی دین محمد صاحب کو یوم وصال (جمعہ) کے دو تین دن پہلے فرما چکے تھے۔ کہ اب جمعہ کے بعد میں آپ کے پاس خطبہ لکھ

کے لئے نہیں آیا کروں گا - حالانکہ حضرت مرحوم کئی سال سے اُن کے ہاں تشریف لے جاتے تھے - خود حضرت مولانا محمد صابر صاحب فرماتے ہیں - کہ میں نے حضرت مرحوم سے اس جمعہ پر رخصت لے کر سسرال جانے کا ارادہ ظاہر کیا - تو خلافِ معمول بالکل انکار فرما دیا - مولانا محمد صابر جو حقیقت میں صبر و توکل کی جیتی جاگتی تصویر ہیں - رو کر فرمانے لگے - کہ مجھے کیا خبر تھی کہ میرے آقائے روحانی کے اس انکار میں بھی ہزاروں مربیّانہ شفقتیں پنہاں تھیں گویا آپ نے اپنے وصال کے وقت مجھ احقر الانام کی غیر حاضری پسند نہ فرمائی -

وفات سے سات دن پہلے ایک نیا کفن تیار کروایا گیا - خیر! یہ سب کچھ ہوا - اور آخر اس عالمِ ربّانی اور امام سبحانی کی رحلت پر لاکھوں دل زخمی ہوئے مگر تائیدِ ایزد تعالیٰ کا ظہور ایک عجیبہ و غریب اسلوب سے خلق خدا کے سامنے آیا - آج سے بارہ سو برس پہلے شیخ الحدیث حضرت امام بخاری کی قبر پاک سے خوشبو آنے لگی تھی - آج اُسی قدسی مشارکت اور رفیع المنصبی کے اثبات کے طور پر حضرت شیخ التفسیر مرحوم کی مبارک تربت سے ایک جانفزا خوشبو آنے لگی - لاہور کے اکثر افراد نے اس عجوبۂ روزگار خبر کی تصدیق کے لئے مرکزِ تجلیات مزارِ حضرت سُبحانی پر جا کر دیکھا، مرقدِ اقدس سے مٹی لے کر کیمیکل (CHEMICAL) معائنہ بھی کیا گیا - لیکن یہ معلوم نہ ہونا تھا - نہ ہُوا کہ اس شمیمِ رُوح پرور کو کس چیز کی طرف منسوب کیا جائے - نتیجتہً یہ بات زبان زد خاص و عام ہوکر ایک مسلّم حقیقت کی صورت اختیار کر گئی - کہ امام الاتقیا سید الاصفیا حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی لحد پاک روضۃ من الریاض الجنۃ بن چکی ہے ؎

حریم ذات ہے - اُس کا نشیمن ابدی
نہ تیرہ خاکِ لحد ہے نہ جلوہ گاہِ صفات

سچ ہے - جس طرح آپ کی زندگی آیۃٌ من آیات اللہ تھی - اسی طرح آپ کی رحلت بھی صداقت اسلام کا ایک بیّن نشان بن گئی کیا علماء اُمّتی کانبیاء بنی اسرائیل کی تعبیر یوں بھی ہوسکتی ہے - کہ سیّدنا و مولانا کی رُوح پاک کہہ رہی ہوگی - وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ (پروردگارِ عالم) نے مجھ کو جہاں بھی رکھا ہے - برکات و سعادات کی بارش مجھ پر فرمائی ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ارشادِ خداوندی ہے - وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا - اب ارشاد نبویؐ کی روشنی میں حضورِ پُر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماءِ خیر کے کمالات و صفات اور حیات و ممات کے حالات بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کے حالات سے مشابہت و مشارکت رکھتے ہیں - لہذا امت مرحومہ کے علمائے ربّانی جو کہ ولایتِ کبریٰ کے منصب جلیلہ پر فائز المرام ہوتے ہیں - وہ من جانب اللہ اُن سعادتوں اور رحمتوں سے نوازے جاتے ہیں - جو انبیاء سابقین پر رب العزۃ نے نچھاور فرمائیں -

دُعا ہے - خدائے کون و مکان بحرمت سید المرسلین و رحمۃ العالمین حضرت قدس سرّہ کی روح پاک کو وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کا مژدہ سنائے - اور اس نعمت بنوی کا سہیم و شریک بنائے

ضروری التماس

حضرات! حضرت مولانا علیہ الرحمۃ تو اب ہم میں واپس نہیں آئیں گے - مگر آپ خدا تعالیٰ کے حضور میں سربسجدہ ہوکر یہ دعا ضرور کریں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے قطب العالم حضرت حافظ حبیب اللہ صاحب مدنی (جو کہ ہمارے حضرت مرحوم کے خلف الرشید ہیں) - کو لاہور کے مرکز میں بھیج دے آمین یا الہ العالمین!

مولانا محمد شفیع عمر الدین (سانگھڑ)

حج

(۴)

سعی صفا و مروہ کا طریقہ

آبِ زمزم پی کر باب صفا سے صفا و مروہ کی سعی کے نکلیں - باہر نکلتے وقت اول بایاں پاؤں باہر رکھیں - اور یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (حصن حصین)

ترجمہ:- اے اللہ میرے گناہ بخش دے - اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے -

صفا کی طرف یہ آیت پڑھتے ہوئے جائیں -

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (البقرۃ آیت ۱۵۸)

ترجمہ - بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں -

آج کل صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر زینے بنا دیئے گئے ہیں - اور صفا و مروہ میں پہلے جو دو طرفہ دکانیں تھیں وہ ہٹا دی گئی ہیں - اور صفا و مروہ کو نئے توسیع شدہ حرم شریف کا حصہ بنا دیا گیا ہے - صفا و مروہ کے اوپر چھت ڈال دی گئی ہے - اور دونوں پہاڑیوں کے درمیان والا حصہ پختہ بنا دیا گیا ہے - اس پختہ راستے کو بیچ میں سے دو حصوں میں تقسیم کرکے آنے اور جانے کے دو علیحدہ راستے بنا دیئے گئے ہیں -

سعی صفا سے شروع کی جاتی ہے سعی وضو کے ساتھ کریں - کپڑے اور بدن بھی پاک ہونے چاہئیں -

نیت سعی

صفا پر آئیں - چند زینے اوپر چڑھ

کر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوں۔ اور یوں نیت کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ فَیَسِّرْلِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

ترجمہ۔ یا اللہ میں نے صفا و مروہ کی سعی کا ارادہ کیا، سات چکر اللہ کریم کے واسطے۔ پس تو اسے میرے لئے آسان کر اور میرے لئے قبول فرما

دعا مانگنا

صفا پر نیت کے بعد دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں جیسے دعا میں اٹھائے جاتے ہیں۔ اور باآواز بلند کہیں

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

ہاتھ ایک بار اٹھائیں۔ تکبیر کے ساتھ نہیں بار بار اٹھانا اور گرانا نہ چاہئے ایک ہی بار ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے ہیں

تکبیر وتہلیل کے بعد آہستہ درود شریف پڑھیں۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے اس لئے خوب عاجزی اور تضرع سے دعا مانگیں

یہ مسنونہ دعا تین بار مانگیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

(موطا امام مالکؒ)

ترجمہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ دعا مانگی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَہٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَتَوَفَّانِیْ وَ اَنَا مُسْلِمٌ

(موطا امام مالکؒ)

ترجمہ۔ یا اللہ تو نے فرمایا۔ کہ دعا مانگو میں قبول کرونگا۔ اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جیسے تو نے مجھ کو اسلام کی راہ دکھائی سو مرتے دم تک اسلام مجھ سے نہ چھوڑائیو۔ یہاں تک کہ میں مسلمان رہ کر مروں۔

سعی شروع کرنا

دعا ختم کرکے زینوں سے اتریں۔ اور دایاں طرف لے کر مروہ کی طرف دستوری رفتار سے چلیں۔ راستہ میں بیچ والی دیوار جو اسے دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ جس قدر ممکن ہو اس کے قریب رہیں۔

میلین اخضرین (سبز نشانوں) سے جو وادی کی نشیب کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ساتوں چکروں میں دوڑ کر نکلیں۔

میلین اخضرین

صفا و مروہ کے راستہ کے دونوں طرف دیوار کے دوستونوں کو سبز رنگ دے رکھا ہے۔ لہذا صفا کو جاتے وقت اور مروہ سے لوٹتے وقت دائیں طرف دو جگہ سبز رنگ کے ستون دیکھنے میں آئیں گے ان کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔ ان کے درمیان ساتوں چکروں میں دوڑ کر نکلنا چاہئے جب میلین اخضرین سے نکل جائیں۔ تو پھر دستوری چال سے مروہ پر پہنچیں۔

عورتیں میلین اخضرین میں نہ دوڑیں وہ دستوری رفتار سے صفا و مروہ کی سعی کریں۔

صفا و مروہ کے درمیان یہ دعا پڑھیں

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ ۔ (حصن حصین)

ترجمہ۔ میرے پروردگار مجھ پر مغفرت اور رحمت فرما۔ تو زبردست بزرگی والا ہے۔

مروہ پر پہنچنا

مروہ پر پہنچ کر چند زینوں پر چڑھیں اور بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوں۔ جیسے ہاتھ اٹھا کر صفا پر دعائیں مانگیں تھیں۔ ویسے ہی یہاں بھی وہی صفا والی دعائیں مانگیں۔

بقول حضرت ابن کثیرؒ کہ "یہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا غم وہم، رنج و کرب، تکلیف و دکھ دور فرمایا تھا۔ اب سعی کرنے والے کو چاہئے کہ نہایت ذلت و مسکنت، خضوع و خشوع سے سعی کرے۔ اور اپنے دل کی صلاحیت اور اپنے حال کی ہدایت اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے اور نقائص اور عیبوں سے پاکیزگی اور نافرمانیوں سے نفرت طلب کرے۔ اور ثابت قدمی اور نیکی اور فلاح اور بہبودی کی دعا مانگے۔ اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے۔ کہ گناہوں اور برائیوں کی تنگی کی راہ سے ہٹا کر کمال غفران اور نیکی کی توفیق بخشے۔ جیسے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے حال کو اس مالک نے ادھر سے ادھر پھیر دیا۔

دعائیں مانگ کر صفا کی طرف دائیں طرف راستہ لے کر چلنا شروع کریں۔ اور میلین اخضرین کے درمیان کا فاصلہ دوڑ کر طے کریں۔

اسی طرح سعی کے سات چکر پورے کریں

پہلا۔ صفا سے مروہ پر جانا۔
دوسرا۔ مروہ سے صفا پر آنا
تیسرا۔ صفا سے مروہ پر جانا
چوتھا۔ مروہ سے صفا پر آنا
پانچواں۔ صفا سے مروہ پر جانا
چھٹا۔ مروہ سے صفا پر آنا
ساتواں۔ صفا سے مروہ پر جانا
(اب سعی ختم ہوئی)

اضطباع

اضطباع جس کا ذکر طواف میں کیا جا چکا ہے۔ سعی میں نہیں کیا جاتا۔

سعی کب کی جاتی ہے

۱۔ متمتع (عمرہ کے احرام والا) طواف بیت اللہ کے بعد کرتا ہے۔

۲۔ مفرد (حج کے احرام والا) بعد طواف بیت اللہ کرتا ہے۔

۳۔ قارن (حج وعمرہ کے احرام والا) بعد طواف کرتا ہے۔

۴۔ طواف زیارت کے بعد ایام نحر (۱۰ یا ۱۱ یا ۱۲) میں۔ بشرطیکہ مفرد حج والا پہلے سعی نہ کر چکا ہو۔

۵۔ نفلی عمرہ۔ سارے سال میں جب کریں تب ہی طواف کے بعد سعی کریں۔

یاد رہے کہ نفلی طوافوں کے بعد سعی نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی نفلی طور سعی کی جاتی ہے۔

دو رکعت نماز نفل پڑھنا

صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہوکر حرم شریف میں آئیں۔ اور دو رکعت نفل پڑھیں

حلق یا قصر اور احرام کھولنا

دو رکعت نماز پڑھ کر حرم شریف سے

باہر آئیں۔
۱۔ اگر عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ تو سر کے بال مونڈا کر یا کتروا کر احرام کھول ڈالیں مونڈوانا افضل ہے۔
احرام کھولنے کے بعد احرام کی سب ممانعتیں اور بندشیں ختم ہو گئیں دستوری لباس پہن لیں۔ اب مکہ معظمہ میں حج کا احرام ۷ یا ۸ ذوالحج کو باندھنا ہوگا۔
۲۔ جس نے حج کا احرام باندھا ہے۔ وہ بادستور احرام میں رہے گا۔ اور دس ذوالحج کو جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مار کر قربانی کر کے سر کے بال مونڈوا کر یا کتروا کر احرام کھولے گا۔
۳۔ متمتع جو ہدی یعنی قربانی کا جانور گھر سے ساتھ لے کر گیا ہو وہ بھی حلق یا قصر تب تک نہیں کرائیگا جب تک ۱۰ ذوالحج کو منیٰ میں قربانی نہ کرلے۔ اور بدستور احرام میں رہیگا یہ حالت ہمارے ملک کو درپیش نہیں آتی۔ کیونکہ وہ قربانی ساتھ لے کر نہیں جاتے۔
عورتوں کو مردوں کی طرح بال مونڈوانے یا کتروانے جائز نہیں۔ انہیں چوٹی کے کنارے سے انگلی کے جوڑ کے برابر کاٹنے چاہئیں

عمرہ کھولنے کے بعد

اب دستوری لباس کا استعمال جائز ہے اور سب ممنوعاتِ احرام جن کا اوپر احرام کے احکام میں کر آئے ہیں ختم ہو گئیں۔
مکہ مکرمہ میں قیام رکھیں۔ اور بڑی ہمت کے ساتھ عبادات میں لگے رہیں اور محرماتِ حرم سے بچتے رہیں۔

محرمات حرم

حرم کی حدود میں یہ فعل ممنوع ہیں۔
۱۔ خار دار درخت کاٹنا منع ہے۔
۲۔ درخت کاٹنا منع ہے۔
۳۔ پرائی گری پڑی چیز اٹھانی منع ہے
۴۔ لڑنے کی غرض سے ہتھیار اٹھانا جائز نہیں۔
۵۔ خون ریزی کی ممانعت ہے۔
۶۔ قتال (لڑائی) منع ہے۔
۷۔ حرم کا شکار بھگانا منع ہے۔
۸۔ گھاس کاٹنی منع ہے۔ مگر اذخر گھاس کے کاٹنے کی اجازت ہے۔
حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ امت بھلائی پر رہے گی۔ وہ اس حرمت کی عظمت کرے گی۔ پوری عظمت کرنا۔ اور جب اس عظمت کو ضائع کر دے گی۔ تو ہلاک ہو جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

ایام قیام مکہ معظمہ کا پروگرام

۱۔ **پنجگانہ فرض نماز** با جماعت حرم شریف میں بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھتے رہیں۔ حرم شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ملتا ہے۔
۲۔ **نفلی طواف** جتنے کر سکیں کرتے رہیں
۳۔ **تلاوت قرآن مجید** کرتے رہیں۔ کم از کم ایک قرآن مجید حرم شریف میں ضرور ختم کریں۔ تاکہ قلب کی صفائی حاصل ہو۔ اور زنگ دور ہو۔
(۴) جس قدر ممکن ہو حرم شریف میں رہیں اور عبادات اور ذکر و فکر میں لگے رہیں۔ وہاں دنیاوی باتیں نہ کریں۔
(۵) جب حرم شریف میں قدم رکھیں۔ تو اعتکاف کی نیت کر لیں۔
(۶) نفلی عمروں کی سعادت حاصل کریں۔ حج سے فارغ ہو کر حجاج اکثر نفلی عمرے کرتے ہیں۔
مکہ شریف (رباب ابراہیم) سے تنعیم کو بسیں جاتی ہیں۔ حاجی تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھ کر واپس مکہ مکرمہ آتے ہیں بیت اللہ شریف کا طواف اور سعی صفا و مروہ کر کے سر کے بال منڈوا کر یا کٹوا کر احرام کھول ڈالتے ہیں۔
(۷) حسب توفیق صدقات اور خیرات سے حاجتمندوں کو نوازتے رہیں۔
(۸) تہجد نماز پڑھتے رہیں۔
(۹) اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ خورد و نوش حسب عادت رکھیں۔ آب زمزم کثرت سے استعمال صحت کے لئے اچھا ہے۔ بدن اور کپڑے صاف رکھیں۔ ٹائڈ (TIDE) کپڑے دھونے کا پاؤڈر امریکہ کا بنا ہوا عربستان میں سستا اور عام ملتا ہے۔ اس سے کپڑے بہت جلد اور باآسانی دھل جاتے ہیں۔
میرے محترم! آپ نے گھر بار چھوڑا خویش و اقارب کی جدائی گوارا کی۔ سفر کیا۔ خرچ برداشت کیا۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا۔ لہٰذا آپ خوب دل لگا کر اللہ اللہ کرتے رہیں۔ بلا اشد ضرورت بازار میں نہ جائیں۔ اس وقت کو غنیمت جانیں۔ آپ عبادات کے لئے ایک ٹائم ٹیبل مرتب کرلیں۔ اور اُس پر ہمت کے ساتھ عمل کریں۔ موقعہ کا فائدہ اٹھائیں۔ کیا خبر پھر ہاتھ آئے یا نہ آئے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بلبلی زار می نالد۔
در فراقِ بہار و وقت خزاں
گفتم اندہ مبر کہ باز آید
روزِ نو روز و لالہ و ریحان
گفت ترسم بقا وفا نکند
ورنہ ہر سال گل دہد بستان

الحاصل: حج تو ہر سال قیامت تک ہوتا رہے گا۔ مگر کیا خبر ہمیں زندگی بقا کرے یا نہ کرے۔ اور پھر سعادت نصیب ہو یا نہ۔

مناسک حج - ایام حج (۸ سے ۱۳ ذوالحج) کا مکمل پروگرام خدام الدین مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۶۱ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

حج کے فرائض وغیرہ کی تفصیل

۱۔ **فرائض حج**۔ (۱) احرام باندھنا۔ (۲) وقوف عرفات کرنا (۳) طواف زیارت کرنا (۴) تینوں فرض اپنے مقررہ وقت پر بجالانا۔
(تنبیہ) اگر کوئی فرض چھوٹ گیا۔ تو حج نہ ہوگا۔
۲۔ **واجبات حج**۔ (۱) احرام میقات سے باندھنا (۲) سعی صفا و مروہ کرنا۔ (۳) یوم نحر میں قربانی کرنا۔ (۴) وقوف مزدلفہ عید کی صبح کو کرنا (۵) رمی جمار کرنا۔ (جمرات پر کنکریاں مارنا) (۶) سر کے بال منڈوانا یا کتروانا (۷) طواف وداع کرنا۔
(تنبیہ) واجب قصداً چھوڑنا گناہ ہے۔ چھوٹ جائے تو توبہ کرے
۳۔ **حج کی سنتیں**۔ (۱) طوافِ قدوم کرنا (۲) تین خطبے سننا
(۱) ۷ ذوالحج کو ظہر کے وقت عرفات پر مسجد نمرہ میں (۳) ۱۱ ذوالحج کو ظہر کے وقت مسجد خیف منیٰ میں۔
(۴) جس طواف کے بعد سعی کی جاتی ہے اس میں رمل کرنا۔ اور اضطباع کرنا۔
(۵) پانچ نمازیں ۸ ذوالحج کی ظہر۔ عصر مغرب۔ عشا اور ۹ ذوالحج کی فجر کی نماز منیٰ میں پڑھنا۔
(۶) ۸ اور ۹ ذوالحج کے درمیان والی رات

مولانا قمر الحسن صاحب حسینی۔ بھاگلپوری

حج اور اس کی عظمت

یہ دور جس کو ہم اپنا دور کہتے ہیں۔ انسان کے عروج و ترقی کا دور ہے۔ زمین کے انتظام و انصرام اور رفت و گذشت تو خیر تھے ہی اب تو مریخ و قمر کی باری ہے۔ بایں ہمہ عروج و ترقی ابھی ایک سوال ہے جو پوری انسانیت کا سوال ہے۔ وہ سوال خود انسان کا سوال ہے یعنی انسان کیا ہے؟ یہ انسان مانا کہ مشین ہی کی مدد سے سہی اپنی ضروریات کا خود متکفل ہو گیا۔ مگر جب خود اپنی ضرورت پیش آئی تو اس کی صناعی و حذاقت معطل ہو کر رہ گئی ہے

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

یہ سوال پوری انسانی برادری کا مشترک سوال ہے اور ہر کوئی اس کے جواب کا ذمہ دار ہے چنانچہ اسلام بھی؟ تو کیا اسلام نے اس سوال کا جواب دینے سے اعراض کیا؟

بلاشبہ ایک اسلام ہی وہ مکمل نظام ہے جس نے انسان کو اس کی بازیافت میں زندگی کے ہر موڑ پر اس کے مختلف ادوار میں زندگی کے ابتدائی مراحل سے لے کر بڑھاپے کی پختہ نظری تک رہنمائی کا وہ حق ادا کیا۔ کہ اپنی مثال آپ ہے اس کے پورے نظام عمل میں آپ کو جس طرح انفرادی زندگی کا اصلاحی پروگرام ملے گا۔ اسی کے پہلو بہ پہلو اجتماعی زندگی کا اصلاحی رخ بھی اس انداز سے نمایاں ملے گا۔ کہ اس کی انفرادی حیثیت پر ذرا آنچ نہیں آنے پائی ہے۔ اسلامی نظام کی یہ ہمہ گیری اور رہنمائی کا یہ شباب ہی اسلام کی وہ خصوصیت ہے جس پر دوسرے تمام ادیان کے مقابلے میں فخر کرنے کا اس کو بجا حق حاصل ہے بلکہ دلیل اور ثبوت کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر اسلام پیغامبر بن کر رہنما نہ ہوتا تو ہم کچھ نہ ہوتے اسی نے تو ہم کو انسان بنایا اور عالم کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی۔ بلکہ کہنے دیجئے کہ انسان کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ یہ کوئی خوش فہمی اور حسن ظن نہیں۔ تاریخ کی منہ بولتی شہادت، حقائق کا ناقابل انکار بازو میری پشت پناہی کر رہا ہے۔ طوالت کا خیال اجازت نہیں دیتا کہ اسلام کے مکمل نظام کے متعلق اپنے دعوی کا پورا پورا ثبوت پیش کروں۔ البتہ اس وقت ایک خاص مناسبت سے آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اسلام کا ایک عظیم رکن "حج" رکن عظیم جذبات اور احساسات پر مبنی ہے اور اسلام نے کس لطیف پیرایہ میں حج جیسے رکن عظیم کے ذریعہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارنے اور اس کو انسانیت سے ہم آہنگ کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔

زمانۂ قدیم و جدید کی تاریخ کے گہرے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دینی عبادت کے پیش نظر حج اور ایک مخصوص مقام کی زیارت کی رسم ایک پرانی رسم ہے۔ ہند اور چین و جاپان کی قوموں کے متعلق اپنے معبودوں کے استھانوں کی زیارت کا ثبوت اسی طرح قوم یہود کے متعلق قدیم ترین دور میں یروشلم کے اس مکان کی زیارت کا ثبوت جہاں تابوت موسیٰ تھا اور مسجد اقصیٰ اور ہیکل سلیمانی کی زیارت کا ثبوت اور عیسائیوں کے متعلق اس بیت المقدس کی زیارت کا ثبوت جہاں ان کا مقدس کنیسہ "القیامہ" ہے۔ روز روشن کی طرح ملتا ہے مگر کہنا پڑتا ہے کہ اس عبادت کی شکل اسلامی حج سے بہت دور افراط و تفریط کی وادی میں گم ہو کر رہ گئی ہے۔

اسلامی حج اس اعتبار سے اہم ترین رکن ہے کہ اس نے انسان کی انفرادی زندگی کو اس طرح ابھارا ہے کہ انسان ایمان باللہ کے عظیم احساسات سے سرشار ہو کر توحید کا سراپا پیکر بن جاتا ہے۔ ایمان باللہ انسان کے ہاتھوں زندگی کا ایک دستور اور پروگرام عطا کرتا ہے اور

منیٰ میں گزارنا۔
(۷) ۹ر ذوالحج کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات روانہ ہونا۔
(۸) وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا۔
(۹) ۱۰ر ذوالحج کی صبح کو مزدلفہ سے سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہونا
(۱۰) ۱۱-۱۲ ذوالحج کی راتیں منیٰ میں گزارنا۔ اگر ۱۳ر ذوالحج کو رمی کرنا چاہیں۔ تو اس رات بھی منیٰ میں قیام کریں۔
(۱۱) مکہ معظمہ کی طرف منیٰ سے لوٹتے وقت کچھ وقت محصب میں قیام کرنا۔
(تنبیہ) سنت کے چھوڑنے پر دم (قربانی) دینا واجب نہیں ہوتا۔ مگر ان کا چھوڑنا اچھا نہیں۔ ہمت کرکے سب سنتوں کو بجا لانا چاہئے۔

(۴) **مستحباب حج۔**

(۱) تلبیہ مردوں کو با آواز اور عورتوں کو آہستہ پکارنا۔
۲۔ مفرد حج کرنے والے کو قربانی دینا۔
۳۔ مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا
۴۔ مزدلفہ میں آنے کے لئے غسل کرنا۔
۵۔ عرفات میں جبل رحمت کے قریب وقوف کرنا (آج کل حجاج معلموں کے خیموں میں جدھر لگائے گئے ہوں ادھر ٹھیرتے ہیں)
۶۔ عرفات میں امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھنا (جماعت مسجد نمرہ میں ہوتی ہے)
۷۔ تلبیہ کثرت سے پکارتے رہنا۔ عرفات میں دعائیں مانگنا۔
۸۔ عرفات پر اگر ممکن ہو۔ تو امام کیساتھ وقوف کرنا۔
۹۔ مشعر الحرام (مزدلفہ) میں عید کی صبح کو وقوف کرنا
۱۰۔ ۱۰ر ذوالحج کی صبح کو فجر نماز مزدلفہ میں منہ اندھیرے پڑھنا۔
۱۱۔ منیٰ میں جمرہ عقبہ پر ۱۰ر ذوالحج کو سورج نکلنے کے بعد کنکریاں مارنا۔
(تنبیہ) اگرچہ مستحب اگر چھوٹ جائے۔ تو کوئی مواخذہ نہیں۔ مگر حاجی کو صرف عبادت ہی کا کام ہے۔ اس لئے اسے سب فرائض، واجبات سنن۔ مستحبات بجالانے چاہئیں۔

اس پروگرام کو اس حیثیت سے اپنانے کی ترغیب دیتا ہے کہ حالات خواہ کچھ بھی ہوں، گردشِ ایام کا تقاضا کچھ بھی ہو، شدت ہو کہ آسانی، غم ہو کہ رنج، محکومیت ہو کہ حاکمیت، صلح ہو کہ جنگ، آپ کو مومن باللہ ہونا چاہئے یعنی آپ کے ذہن سے یہ حقیقت کبھی فراموش نہ ہو کہ آپ جس طرح کسی وقت انسان ہونے سے گریز نہیں کر سکتے۔ اسی طرح مومن ہونے سے آپ کو مفر نہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ آپ کے لئے بالکل ناممکن ہے کہ مومن باللہ ہونے کے باوجود زندگی کا کوئی ایسا اسلوب یا طریقۂ کار اختیار کریں جو آپ کے مقصدِ حیات کے منافی ہو یا منافات کی بو آتی ہو۔ یہی وہ پہلا مطالبہ ہے جو ایک انسان سے اسلام کرتا ہے اور دمِ واپسیں تک ساتھ رہتا ہے حقیقت کا یہ پہلو رکنِ حج سے جس قدر مانجھا جاتا ہے محتاجِ تشریح نہیں ابتدائی منزل سے لے کر آخر دم تک مقصدِ حیات یعنی اخروی زندگی کی بقاء اور دنیا کی فنائیت کا جو عالمگیر تصور کار فرما رہتا ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ تصور کی پہلی مداومت اور اس کا یہی تسلسل انسان کو وہ دولت عطا کرتا ہے جس کو ایمان باللہ کی دولت کہا جاتا ہے۔

دنیا کا دستور ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کی پیدائش کا دن منایا جاتا ہے خود آپ کے ملک میں بہت سے دن منائے جاتے ہیں جن میں اظہارِ مسرت ہر وطن دوست کا اخلاقی فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ فی نفسہٖ یہ چیز اچھی ہے اگر حکومت پشت پناہی نہ بھی کرے تب بھی حق و صداقت کا تقاضا ہے کہ ہم ان دنوں کی یاد منائیں۔ ان دنوں کی یاد منانے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جن لوگوں سے یہ دن منسوب ہے ان کا کام اور ان کے پیغام کی طرف ہماری توجہ مبذول ہو جائے گی جن سے ہمیں کام کرنے اور اچھا کام کرنے کا سبق ملے گا۔ معاف کیجئے گا کہ اگر میں آپ سے پوچھوں کہ کیا اس دنیا میں کوئی ایسی شخصیت ہے یا کوئی ایسا اہم فریضہ ہے جس کا فائدہ ہر فردِ بشر کے لئے یکساں ہو۔ آپ کے ملک کے بڑے بڑے لوگوں کی یاد منائی جاتی ہے اس سے دوسروں کو کیا فائدہ، آپ ارسطو کی یادگار منائیں اس سے بیچارے کسانوں کو کیا فائدہ۔ اسی سے اور دوسری مثالیں سمجھ لیجئے۔ دراصل اگر کوئی چیز اس کی مستحق ہے کہ اس کی یاد منائی جائے تو بس وہ ہے جو سب کے لئے یکساں ہو، کسی ملک کے لئے خاص نہ ہو، ایک جماعت یا کسی خاص طبقہ کیلئے نہ ہو۔ دولت و ثروت یا محض غریبوں کے لئے نہ ہو بلکہ سب کے لئے ہو۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر آیئے ذرا بصیرت کی نگاہ ڈالیں کہ جو رکنِ عظیم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ اور ملتِ ابراہیمیہ کا رُخِ پُر نور ہے وہ ملتِ ابراہیمیہ جو دعوتِ محمدیہ کی سنگِ بنیاد ہے جہاں سے دینِ حنیف کی زندگی کا ایک نیا موڑ شروع ہوتا ہے جس خشتِ اوّل پر دنیا کی سعادت کی تعمیر ہوئی۔ جس کے لبادہ میں شریعتِ مصطفویہ نے انسانوں کی انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ کیا وہ رکن اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس کا ایک عالمگیر جشن اور یادگار منائی جائے۔ حج کی سب سے بڑی اور تاریخی خصوصیت یہی ہے کہ وہ ان مذکورہ بالا حقائق کا کماحقہٗ آئینہ بردار ہے۔ اجازت دیجئے کہ اب آپ کے سامنے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ پاک کے ان گوشوں کو واشگاف نہیں، اشارے ہی کرتا چلوں جن پر انسانی سیرت کی تعمیر کھڑی کی گئی ہے اور جس کی جھلک ہم کو آئینۂ حج میں نمایاں طور پر نظر آ رہی ہے۔

آج سے ساڑھے چار ہزار برس قبل مشرقِ وسطیٰ کی سرزمین عراق میں جہاں "اَرْبَابٌ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کا کھیل ہو رہا تھا، جہاں انسانیت کا جنازہ نکالا گیا تھا، جہاں مخلوق خود خالق بنی بیٹھی تھی، زبان پر خدا پرستی کا نام تھا مگر ہوا پرستی و اوہام پرستی کو حقیقت کا نام دے رکھا تھا اسی سرزمین میں خدا کا ایک برگزیدہ نبی بندگی و اظہارِ عبودیت اور رضاءِ الٰہی اور تسلیم و سپردگی کا بلند نصب العین لے کر جلوہ افروز ہوا اور اس عظیم مقصد کے لئے اس نے تقریباً سوا سو برس کی عمر پائی۔ عمرِ عزیز کا ہر لمحہ ایثار و جاں نثاری، قربانی و فداکاری کا زندۂ جاوید نمونہ تھا۔ خانہ کعبہ جس کا تعلق میرے موضوعِ سخن سے بھی ہے اسی سلسلۂ ایثار و قربانی کی وہ آخری کڑی ہے جہاں سے حیاتِ طیبہ اور ایثار و قربانی کے ہمہ گیر سوتے پھوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قرآنِ پاک خبر دیتا ہے:-

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ

یہی وہ چند آزمائشیں ہیں جنہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کا ہادیٔ اعظم اور پیشوائے اوّل بنا دیا۔ لہٰذا آیئے ان واقعات پر بھی ذرا عبرت کی نظر ڈالیں۔

سنِ شعور کا آغاز تھا کہ قوتِ تفکیر و ارادہ میں تحریک ہوتی ہے۔ مخلوق کے جلووں میں خالق کا نشان مل جاتا ہے۔ پھر جونہی ربِ اکبر کی معرفت کی شراب سے سرشار ہوئے ماحول کے نظریات، کواکب پرستی و آتش پرستی کے خلاف ایثار و فداکاری کا عظیم نمونہ پیش کرتے ہوئے اعلانِ بغاوت کر دیتے ہیں۔ صفحۂ ارض گندگی سے پاک کرنے کے ارادے سے بت شکنی کا وہ بھرپور مگر خطرناک اقدام کرتے ہیں جس پر ایثار و قربانی کو بھی رشک آنے لگتا ہے۔ ہاں تو پھر اسی کے نتیجے میں آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں میں کودنا بھی پڑتا ہے اور دنیا حیرت زدہ ہو کر قربانی و ایثار اور اطاعت و فرمانبرداری سے پہلی بار متعارف ہوتی ہے۔

پھر ستارہ پرستوں کی محبت، برادری و اہلِ وطن کی محبت سے ہاتھ دھونے کا حکم ملتا ہے۔ بالآخر جلاوطنی کی بھاری مصیبت سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ بڑھاپے میں ایک ایسا بیٹا عطا ہوا جو تمام ظاہری و باطنی حسن و کمال کا جامع تھا، باپ کی ضعیفی کا سہارا اور پیغامِ حق کا امین تھا۔ والدین کا یہ لختِ جگر ابھی ماں کی میں بلک بلک کر رو ہی رہا تھا کہ وادیٔ غیر ذی زرع اور بے آب و گیاہ بیابان میں تنہا چھوڑ آنے کا حکم ملتا ہے کیونکہ اسی سرزمین سے ربِ اکبر کے گھر کی تعمیر ہونے والی تھی۔ یہیں سے رحمتِ الٰہی کا سرچشمہ جاری ہونے والا تھا۔ خدا کا یہ فرمانبردار بندہ اب اپنے لختِ جگر کو خدا کے حکم پر اپنے سے جدا کر دینے میں ذرہ برابر نہیں جھجکتا۔

ابھی یہی کم سن بچہ خدا کی تربیت میں پرورش پاکر عالم شباب سے ہمکنار ہو ہی رہا تھا کہ اس کو خدا کی راہ میں قربان کر دینے کا پروانہ مل جاتا ہے۔ کمال اطاعت کہیے کہ نہ باپ کے پائے ثبات میں لغزش آتی ہے اور نہ بیٹے کو کسی قسم کی تشویش کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے رضائے الٰہی کے سامنے چھری کو تیز کر لیا۔ خدا کو صرف فداکاری و قربانی اور اطاعت امر کا امتحان لینا تھا سو وہ پورا ہو چکا تھا۔ اب اپنی خاص رحمت سے انسانی ضعف پر رحم فرمایا اور حضرت انسان کی قربانی کے عوض حیوان کی قربانی کو مقرر فرما دیا۔

ریگستان عرب میں خدا کی مخصوص عبادت کے لئے اس بیت اکبر کی تعمیر کا حکم ملتا ہے جہاں کی حدود میں نہ صرف انسانوں بلکہ چیونٹیوں اور پسووں تک کو امن مل جاتا ہے۔ جہاں سے دنیا کے لئے اسوۂ ابراہیمی کا درس لے کر پروان چڑھنے کا فیصلہ قسام ازل نے ازل ہی میں کر دیا تھا جہاں سے یہ درس ملتا ہے کہ جو معمار حرم ہے وہی معمار جہاں بھی بن سکتا ہے۔ خدا کے اس اطاعت شعار بندے نے اس حکم کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ انہیں ساری مثالوں اور حقائق کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے دنیا آج تک خانۂ کعبہ کو زیارت گاہ بنائے ہوئے ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ وہ آخری اطاعت شعاری ہے جہاں سے مجموعی اطاعت شعاریوں پر ایک بار نظر پڑ جاتی ہے۔ پھر اگر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کو اس حیثیت سے ملاحظہ فرما دیں کہ زندگی کے ہر لمحہ میں ہر موڑ پر مصائب کا طوفان آیا۔ آزمائشوں کی بڑی سے بڑی اور سخت سے سخت راہ آئی۔ کبھی اپنی قربانی دی، کبھی اہل و عیال کی قربانی پیش فرمائی اور کبھی وطن اور اہل وطن کو خیرباد کہا۔ مگر یہ نہیں ہو سکا کہ مقصد وحید اور توحید الٰہی پر کسی راہ سے ذرا بھی آنچ آنے دی ہو۔

فریضہ حج ہم کو سبق دیتا ہے کہ حیات دراصل اطاعت امر کا نام ہے صرف خورد و نوش انسان کے لئے باعث ننگ و عار ہے پھر جب اس منزل پر انسان ہزاروں طوفان اور سینکڑوں مصائب سے دوچار ہو تو اس کو اپنی ہر چیز قربان کر دینی پڑے گی۔ نیز اسوۂ ابراہیمؑ نے ہم کو بتلایا کہ خدا پرستی کسی شوکت و حشمت پر موقوف نہیں اس کے لئے تو صرف اطاعت شرط ہے۔ ع

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

تاریخ نے اپنے کو اسی آواز کے ساتھ دہرایا۔ دیکھو مکہ مہبط وحی ہے یہاں سے اسلام نے بیکسی کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کیا۔ پھر یہ آواز بلند سے بلند تر اور وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ ایک دن وہ بھی آیا کہ اسی آواز نے سارے عالم کو گھیر لیا۔

فریضۂ حج اس کے علاوہ بھی اور چند حقائق و فوائد کو اپنے دامن میں پنہاں رکھتا ہے۔ ان میں سے چند کو میں بھی آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ مقصد اس پیش کش کا یہ نہیں کہ محض فلسفیانہ موشگافیاں کی جائیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسلام اور اعمال و احکام کی صداقت و حقانیت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔ اور ہم صحیح طور پر ان اعمال پر کاربند ہو سکیں اور معرفت و یقین کی دولت عظمیٰ کے حامل بن کر کسی فریضہ کو انجام دے سکیں۔

فریضۂ حج جن عظیم جذبات و احساسات کا آئینہ دار ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ انسان کو اتحاد و اخوت اور یگانگت اور پوری انسانی برادری سے محبت کا بھرپور جذبہ عطا فرماتا ہے۔ آج دنیا اتحاد و اخوت کو جس قدر رو رہی ہے شاید اس کا رونا ماضی میں کبھی نہیں رویا گیا ہوگا۔ دنیا کی دو بڑی بڑی طاقتیں اپنی اپنی جگہ بڑے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ انسانی دوستی کی دعوت دے رہی ہیں۔ تخفیف اسلحہ اور دوسری مصلحت بین اسکیمیں اسی مقصد عظمیٰ کی ترجمان ہیں۔ مگر چراغ لے کر دنیا کے گوشے گوشے میں گھوم جائیے آپ کو سب کچھ مل جائے گا اگر نہ ملے گا تو وہی اخوت و اتحاد۔

حج کے مبارک موقعہ پر دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کے حالات، ان کی زندگی کے طور طریق کا گہرا مطالعہ و مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ مصر کا باشندہ ہندوستانی سے اور شام کا رہنے والا انڈونیشیا کے باشندے سے، چینی، یورپ کے رہنے والوں سے ملاقات کرتا ہے۔ اور ملاقات بھی اس حالت میں کہ باہمی نسلی، وطنی، لسانی اور لونی شدید اختلاف کے باوجود سب کا لباس ایک، سب کی حرکت ایک، سب کی توجہ کا مرکز ایک، سب کا مقصد ایک۔ تصور کیجئے کہ اس یکتائی کے بعد بھی اگر عالمگیر مساوات و اتحاد کا چشمہ نہیں پھوٹے گا تو اس کی صورت دنیا والوں کی نظر میں اور کیا ہو سکتی ہے۔ ہم کو اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔ آپ ذرا پونے چودہ سو برس پیچھے عنانِ توجہ موڑیئے آپ کو اس معاشرہ میں اس بات کی بین دلیل ملے گی کہ یہ حج واقعی ایک بین الاقوامی کانفرنس اور عالمگیر اجتماع اور اتحاد کا واحد نمونہ تھا۔ اسی لئے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) نے اس آخری درس حیات کے لئے جو خطبہ حجۃ الوداع کے مبارک عنوان سے ارشاد فرمایا جو آج بھی لوگوں کے دلوں کو گرما دیتا ہے) اسی مبارک اجتماع کا انتخاب تھا

حج مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ کسی محدود وطن یا محدود زبان یا کسی مخصوص قومیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے نہیں ہیں۔ ان کا وطن خدا کی وسیع زمین ہے۔ اس کی عالمگیر قومیت صرف اسلام ہے۔ یہی اس کا منتہائے نظر ہے۔ اسلام بتلانا چاہتا ہے کہ یہ محدود تعلقات زبان کی راہ سے ہوں یا نسل و رنگ کے طریق سے، وطن کی بنیاد پر ہوں یا علاقائیت کی بنیاد پر۔ اگرچہ یہ ناقابل انکار تعلقات ہیں مگر ان کو مقصودیت کی شان دے دینا انسانیت کے لئے ننگ و عار ہے۔ یہ تعلقات ایک وسیلہ اور ایک تمہید ہیں۔ اس عالمگیر تعلق کو استوار کرنے کے لئے جس کا درس حج کے ہر ہر موقع پر دیا گیا ہے۔ چنانچہ بانی اسلام نے اسی مبارک موقعہ پر حجۃ الوداع کے خطبہ میں اس حقیقت کبریٰ کا درس دیتے ہوئے

ارشاد فرمایا تھا:-

اَلنَّاسُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ فَلَا فَضْلَ لِلْعَرَبِیِّ عَلَی الْعَجَمِیِّ وَلَا لِلْعَجَمِیِّ عَلَی الْعَرَبِیِّ اِلَّا بِالتَّقْوٰی وَکُلُّکُمْ بَنُوْ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ۔

ترجمہ:- انسانی برادری کے افراد سب برابر ہیں کنگھی کے دندانے کی طرح باہم سب متحد ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر سوائے تقویٰ اور کسی قسم کی کوئی برتری حاصل نہیں کیونکہ تم سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے یعنی سب کی اصل ایک ہے)

آپ نے اس موقعہ پر اس بینظیر مساوات کو ذہن نشین اور قلوب میں مستقر کرنے کے لئے آیت قرآنی یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی تلاوت فرما کر اپنی تبلیغ کی پوری وضاحت فرما دی کہ دنیا میں مرد و عورت اور باہم لوگوں اور قبیلوں اور خاندانوں کی تقسیم اس لئے عمل میں نہیں آئی ہے کہ اس کو ایک دوسرے پر تفوق و تعلّی اور اونچ نیچ کا سوال بنایا جائے۔ بلکہ انسانی معاشرہ میں معاملات اور دیگر امور میں امتیاز باقی رکھنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ ورنہ بڑائی اور بزرگی کا معیار تو صرف تقویٰ اور خوف خداوندی ہے۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا کا دستور اٹھا لیجئے۔ جدید اور قدیم نظاموں کو کھنگال لیجئے اور پھر بتلائیے کس دستور اور نظام میں آپ کو (معاشرہ کی اس یکجہتی کو چھوڑ دیجئے) تعلیم و تبلیغ ہی کی ایسی نظیر ملتی ہے کیا اس گیرائی و گرفت کو آپ معمولی سمجھ رہے ہیں؟ کیا روم و ایران باقی رہے تھے؟ اور کیا انہیں بکری چرانے والوں کی صف میں سب نہیں مل گئے تھے؟

فریضۂ حج انسان کو مقامات متبرکہ سے ہمکنار کرتا ہے آپ نے کبھی سوچا کہ اس نے ہم کو کیا درس دیا۔ اس کی ادائیگی انسانی قلوب پر ایسی سحر انگیز تاثیر چھوڑتی ہے جو لاکھوں صفحات کے مطالعہ اور ہزاروں تقریروں کے سننے کے بعد بھی نہیں پیدا ہوتی — غور کیجئے کہ صفا و مروہ، عرفات و منیٰ اور خود حرم مکہ اپنے اپنے دامن میں الگ الگ عبرتناک تاریخ رکھتے ہیں۔ جب انسان ان تمام مقامات مقدسہ کی زیارت کرتا ہوا گذرتا ہے تو نہ معلوم حقائق کے کتنے دروازے کھلتے ہیں۔ عبرت و نصیحت کے کتنے گوشے واشگاف ہوتے ہیں۔

انسانی زندگی کو کہاں کہاں سے مہمیز لگتی ہے۔ پھر اس جذبۂ احساس کے بعد خدا کی جو عبادت ہوتی ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ ہم تو کیا، کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس مقام عبرت سے ہو گذرے ہیں۔ یہ وہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صدیوں کے بعد آج پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔

اللہ اکبر، آج ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ قدیم تہذیبوں اور اقوام کا مطالعہ اس مطالعہ سے کہیں اونچا ہوگا جو ہم کتابوں کی وساطت سے کرتے ہیں۔ داد دیجئے حق و صداقت کی اور اعتراف کیجئے اسلام کا، جو بات آج کے دور میں پایۂ ثبوت اور روشن دلیل بن کر آ رہی ہے آج سے چودہ سو برس پیشتر اسلام اس کو طشت ازبام کر چکا تھا۔

اخیر میں مختصر طور پر یہ عرض کروں گا کہ فریضۂ حج اور یہ عالمگیر اجتماع اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ اسلام وہ زندہ جاوید مذہب ہے کہ تا قیامت برقرار رہے گا۔

محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ ولایت پر

عقیدت کے چند پھول

ایک شخص سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ وہ ایک عرصہ تک آپ کی صحبت میں رہا۔ لیکن اُسے کوئی خرقِ عادت کرشمہ نظر نہ آیا جس کا وہ طالب تھا۔ مایوسی کے عالم میں اُس نے واپسی کی ٹھان لی۔ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:- "حضرت! آپ کے متعلق سنا تو بہت کچھ تھا لیکن افسوس ہے۔ کہ دیکھا کچھ نہیں۔ اب اجازت چاہتا ہوں"

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیا اس تمام عرصہ میں جو آپ میرے پاس ٹھہرے۔ آپ نے میرا کوئی عمل سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی دیکھا"

جواب نفی میں تھا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر ناصحانہ انداز میں فرمایا "میرے عزیز! اتباع نبی کریمؐ سے بڑھ کر دنیا کی کوئی نعمت نہیں۔ استقامت کرامت سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ (الاستقامت فوق الکرامت) یہ سعادت کسی خوش نصیب کے حصہ میں آتی ہے"۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ استقامت کا پہاڑ تھے۔ اور ساری زندگی عزم و ثبات کا نمونہ ہے۔ کہیں کسی مقام پر پائے ثبات میں لغزش آتی نظر نہ آئی۔ آپ نے ۸۲ سال عمر پائی۔ ابتدائی ایام تحصیل علم میں گزارے اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ طریقت میں شیخ المشائخ حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری قدس سرہٗ اور قطب الاقطاب حضرت سیدنا تاج محمود صاحب امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور اس سلسلہ کو چار چاند لگا دیئے۔ آپ کے ظاہری اور باطنی فیوضات کے چلتے پھرتے نمونہ آج بھی اکناف عالم میں لاکھوں کی تعداد میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

ایک دنیا جانتی ہے۔ کہ توحید کا رنگ آپ پر غالب تھا۔ درس قرآن اور شریعت و طریقت کی پابندی معمول حیات تھا۔ جذبۂ توحید آپ کو گھٹی میں ملا تھا۔ رات دن یہی شغل رہتا۔ حق گوئی کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ باطل سے ٹکرا جانا اور قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا آپ کا شیوہ بن چکا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے میری نظر بندی ہی اشاعت

دین کا باعث بنی۔

اُسوۂ حسنہ

زبانی وعظ اس وقت تک کوئی اثر نہیں کرتا جب تک کہ واعظ کا اپنا عمل اس پہ نہ ہو۔ آپ مادیت کے اس دور میں لباس۔ خوراک رہائش اور سادگی میں قرون اُولیٰ کی یادگار تھے۔ وسعت کے باوجود فقر کو ترجیح دیتے تھے۔ اور معاملات میں ہمیشہ خلق محمدی کا رنگ پیش نظر رکھتے۔ چوبیس گھنٹے کی انتھک مصروفیات۔ انجمن کی امارت۔ تبلیغی پمفلٹوں کی طباعت اردو اور سندھی مترجم قرآن کی اشاعت۔ درس و تدریس وعظ و تبلیغ۔ مدرسۃ البنات کی سرپرستی۔ جامعہ کی نگرانی۔ اولاد کی تربیت۔ مساجد کی تعمیر و تولیت۔ نظامی مدرسوں کا اجراء۔ یتاما اور بیوگان کی پرورش۔ رسالہ خدام الدینؒ کے مضامین جمعہ کے خطبات۔ مجلس ذکر کا اہتمام۔ بیرونی لوگوں سے ملاقات انفرادی تقاضے۔ جماعتی ضروریات۔ خطوط کے جوابات پھر ذاتی عبادت اور مجاہدہ کچھ ایسی مصروفیات تھیں۔ کہ سوائے ولی کے کوئی دوسرا عہدہ برآ ہو ہی نہیں سکتا تھا اس پہ تعجب یہ کہ کبھی ماتھے پہ بل نہ آتا۔ چہرے پہ ہر وقت سنجیدہ تبسم رہتا۔ اور خلق عظیم کا یہ مجسمہ گوناں گوں مصروفیات کے باوجود صبر و تحمل کے دامن کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑتا۔ وہ [illegible] میں ایک انجمن تھے۔ اس مقام کے ہوتے ایسا خلق محض تائید ایزدی اور روحانی کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔ ورنہ ۸۰ برس کا عمر رسیدہ مرد بیمار کس طرح اتنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اپنے گھر کا تو ذکر کیا غیروں کا فکر آخرت بھی انہیں تڑپاتا رہتا۔ کسی کی ذاتی دل آزاری کبھی مطلوب نہ تھی۔ اور نہ ہی کبھی کسی کو بُرائی سے یاد کرتے۔ آپ ہمیشہ مجموعی رنگ میں کوئی بُرائی یا روحانی بیماری بیان کر کے اصلاح حال کی کوشش فرمایا کرتے۔ حتیٰ کہ اختلاف رکھنے اور بُرا بھلا کہنے والوں کے لئے بھی ہمیشہ دعا کرتے تھے۔ حق بات "قولو للناس حسنا" کے رنگ میں بیان فرماتے۔ اور لوگوں کے دل مسخر کر لیتے۔ اور ان لوگوں کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر فرماتے۔ بزرگوں کی نشانی ہے۔ کہ دشمن کے حق میں بھی دل سے دعا نکلے ؎

وہ جفا کرتے رہے اور ہم وفا کرتے رہے
اپنے اپنے فرض کو دونوں ادا کرتے رہے

اکل حلال اور صدق مقال ولایت کے دو بڑے نشان ہیں۔ صدق مقال کا تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ جہاں صبح سے لے کر شام تک زبان قرآن و حدیث اور ذکر و فکر سے تر رہے۔ وہاں ماسوائے صدق مقال کے اور گمان کرنا ہی گناہ ہے۔ رزق حلال کا بھی حضرت کے ہاں خاص اہتمام تھا۔ ہر مجلس میں رزق حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی تاکید فرماتے۔ نہایت محبت کے ساتھ حرام خوری سے نفرت دلاتے اور رزق حلال کی برکات واضح کرتے۔ آپ فرمایا کرتے۔ کہ رزق حرام کھانے سے گوشت پوست اور سب جسم حرام ہو جاتا ہے۔ نیز اولاد تک اس کے اثرات پہنچتے ہیں۔ اگرچہ عام کو مکلف نہ کرتے۔ لیکن خاص مقربین کو فرماتے۔ کہ مشکوک دکاندار سے قیمتاً بھی چیز نہ خریدو۔ ہوسکتا ہے۔ قصائی چوری کا بکرا ذبح کر کے بیچ رہا ہو۔ یا دکاندار نے فروخت کے مال میں حرام کی ملاوٹ کر رکھی ہو۔ فرماتے کہ جس طرح گھڑے کے پانی میں ایک قطرہ پیشاب مل جانے سے سارا پانی حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تھوڑا حرام بھی سارے مال کو حرام کر دیتا ہے۔ چنانچہ اکثر احباب کوئی چیز خریدنے سے پہلے حضرت کو دکھا لیتے آپ کے پاس حلال و حرام کا ایک معیار تھا۔ آپ کشف سے فرما دیتے کہ اس چیز میں حرام کا شائبہ ہے یا نہیں۔ فرماتے میرے نزدیک رزق حلال کھانے والا ولی ہے۔ ماشاء اللہ آپ اس معیار پر پورے تھے۔ اور مقربین کو حرام کے شائبہ تک سے گریز کراتے۔

یہ آپ کا تقویٰ تھا۔ کہتے ہیں امام ابو حنیفہؒ دریا کی طرف جا رہے تھے۔ کسی نے جانے کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ کپڑے کی یہ تھوڑی سی پلیدگی دھونے جا رہا ہوں اس شخص نے عرض کیا کہ اتنی پلیدی تو آپ نے معاف کر رکھی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ میرا فتویٰ ہے۔ اور یہ میرا تقویٰ ہے۔ اسی طرح حضرت خود تو اس معاملہ میں بہت محتاط رہتے اور رزق حلال کی سخت پابندی کرتے۔ مگر وہ دوسروں کو مکلف نہ کرتے۔

آپ کشف القبور پہ حاوی تھے۔ کئی بار آپ نے فرمایا۔ مجھے شاہی قلعہ کی غربی دیوار کے پاس ایک خاص قسم کی خوشبو آرہی ہے۔ اور میں وہاں ایک ولی کو مدفون پاتا ہوں۔ مجھے ان کے سر اور پاؤں تک کا علم ہے اور باطن کی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ مگر بتاتا نہیں کیونکہ........ آپ فرمایا کرتے کہ اپنے اہل و عیال کو ہم سال کی ضروریات دے کر میرے پاس ٹھہرو حلال کی روکھی سوکھی روٹی میرے پاس کھاؤ ذکر و فکر میں خود کو محو رکھو۔ اور پھر دیکھو تمہیں بھی یہی بصیرت نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔ ایک محترمہ کے حوالے سے فرمایا کرتے۔ جس کے دو بیٹے فوت ہوگئے تھے آپ نے اس محترمہ کے ایک لڑکے کو اچھی حالت میں دیکھا اور دوسرے کی حالت دگرگوں بتائی تو اس نیک خاتون نے اقرار کیا۔ کہ جس کی حالت اچھی ہے۔ وہ ہنگامی حادثہ کا شکار ہوا تھا۔ اور دوسرے نے خودکشی کی تھی۔

آپ نے ساری عمر دینی خدمت کے عوض اپنے لئے ایک حبہ بھی قبول نہیں کیا۔ بلکہ اپنی اولاد کو بھی منع فرمایا۔ اور رزق کے متعلق کافی سمجھایا کہ وہی رزاق "من حیث لا یحتسب" سے دے گا۔ اور واقعی دیتا رہا۔ اکثر اپنی جیب سے کئی بیوگان۔ یتیموں اور درویشوں کی پرورش فرماتے۔ شریعت میں آپ کتاب و سنت کے بعد صحیح حنفی المذہب تھے۔ مگر دوسرے ہر سہ آئمہ دین اور ان کے مقلدین کو بھی اچھا جانتے تھے۔ آپ رسول پاکؐ کی حدیث "اصحابی کالنجوم" کے قائل تھے۔ ازل سے صلح کل اور صلحجو طبیعت پائی تھی۔ اور جملہ آئمہ دین کو فروعی اختلافات کے باوجود صحیح سمجھتے تھے طریقت میں سلسلہ قادریہ پر کاربند تھے۔ اور وہ بھی بہت سہل انداز میں تاکہ کوئی تنگی محسوس نہ ہوے۔ دیگر ہر سہ سلسلہا چشتی نقشبندی۔ اور سہروردی کو بھی اچھا جانتے تھے۔ مگر خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مقلد تھے۔ البتہ خوش اعتقادی کی بجائے مستقل عمل پر زیادہ نظر رکھتے تھے۔

آپ فرماتے کہ میں بھی حضرت شیخ ہجویریؒ کی درگاہ پر جاتا ہوں۔ مگر لاہوریو تمہاری طرح نہیں کہ خدا کے گھر یعنی مسجد میں حاضری کا نام نہیں۔ اور محض دربار پہ حاضری اور مرادیں مانگنا فرض گردان لیا ہے۔ مزید فرماتے میرا رنگ اور ہے۔ تمہارا رنگ اور۔ قیامت کو فیصلہ ہوگا کہ کون راہ راست پر تھا۔ آپ ہمیشہ حضرت شیخ ہجویری فرمایا کرتے کبھی داتا صاحب نہ کہتے اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ آپ پر توحید کا رنگ غالب تھا

اور شرک کے احتمال سے بھی آپ کو گریز تھا۔ آج ہے۔ عوام کے حسنات بھی مقربین کے سیئات ہیں۔ فرماتے۔ میں اور ولیوں کی قبروں کا پتہ نہیں بتاتا۔ ورنہ مجھے ان کی خوشبو آرہی ہے (حاشیہ) آج آپ کی قبر سے خوشبو آرہی ہے۔ جس کا اعتراف اخبارات میں موجود ہے آپ مولانا جوہر کے اس شعر کی سچی تصویر تھے

ع توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اس پر حق و صداقت کا یہ عالم کہ مداہنت آپ کو ہرگز ہرگز پسند نہ تھی۔ ذاتی معاملات مسائل اور حق گوئی میں وقتی تقاضے آپ کی راہ میں حائل نہ ہوتے تھے۔ خدا اور رسولؐ کے قطعی فرمودات کے مقابلہ میں مصلحت بینی اور چشم پوشی کسی قیمت پر بھی گوارا نہ تھی۔ ایسے موقعوں پر آپ چٹان کی طرح ڈٹ جاتے

ع آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

قصیدہ گوئی میرا طریق نہیں۔ لیکن میں یہ تصور ہرگز نہیں کرتا کہ آپ کا صحیح مقام آپ کو نہ دیا جائے۔ میں نے کیا تعارف کرانا ہے۔ آپ کی ذات گرامی سے کون واقف نہیں کیا آپ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے نقیب اور خطیب نہ تھے صاحب شریعت و طریقت جانتے تھے۔ کہ اللہ کی آیات سنانا۔ دلوں کو پاک صاف کرنا۔ قرآن پاک پڑھانا۔ مطالب سمجھانا اور علم و حکمت سے مقصود ایزدی بتانا نبیوں اور ولیوں کا شیوہ رہا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ میں یہی منصب نبوت اور احسان بتایا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر حضرت مولاناؒ کی پیروی دیکھتے ہیں۔ تو آپ ماشاءاللہ اس پر پورے اترتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی دین کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ قرآن سنانا اور پڑھانا اور دل کی صفائی آپ کا فیض عام تھا۔ ظاہری صفائی کے بعد دل کی صفائی کے لئے علماء کو بھی چوکنا کیا کرتے اور فرماتے باوجود عالم ہونے کے ان میں بھی باطنی اور روحانی بیماریاں۔ عجب، ریا کبر، حرص حسد بغض اور نخوت وغیرہ موجود ہیں۔ علماء کو بھی بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا مشورہ دیتے کہ اس کے بغیر رنگ نہیں چڑھتا۔ ع میوہ ز میوہ رنگ گیرد۔

انبیاء کا ورثہ علم ہوتا ہے۔ اور اس کے حامل صاحب علم ہی ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ لیکن ہرایرا غیرا عالم وارث نہیں ہوتا۔ یہ ان علماء کے لئے ہے۔ جو عالم باعمل ہوں۔ جن کی زندگی کی ہر ہر حرکت سنت نبوی کے مطابق ہو۔ جو عامل قرآن اور متبع حدیث خیرالانام ہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں بندوں کو ماسوا اللہ سے توڑ کر صرف اللہ سے جوڑیں۔ ہر احتیاج کو بالائے طاق رکھ کر صرف توکل کو اپنائیں۔ اور اس طرح سے خود کو انبیاء کا جانشین ثابت کریں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مصداق بنیں۔ تلاوت آیات۔ تعلیم کتاب و حکمت کے ساتھ ساتھ تزکیہ کا فریضہ بھی سر انجام دیں۔

ان اوصاف کی روشنی میں اگر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ کی پاکیزہ زندگی کو دیکھا جائے تو آپ ان تمام کمالات کا مجموعہ حضرت اقدس علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی کو پائیں گے۔ آپ مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ جب کبھی میں نے کوئی پمفلٹ مانگا۔ تو سینکڑوں کی تعداد میں عنایت فرمایا۔ نماز مترجم قرآن کریم رسائل خدام الدین کی جتنی خواہش ظاہر کی اُس سے دوگنا پا لیا۔ کہ جس کا تذکرہ آگے بھی چلتا رہے گا (باقی آئندہ)

شعور و دانش فکرِ رسولؐ لایا ہوں
تری لحد پہ عقیدت کے پھول لایا ہوں

بقیہ مجلس ذکر صٓ سے آگے

بقیہ مجلس ذکر صٓ سے آگے

ہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے کسی کی قبر سے مٹی اٹھائی یا اٹھانے کا حکم دیا اگر نہیں تو ہمیں بھی نئی بات پیدا نہیں کرنی چاہئے۔ یہ بدعت ہے اور ہر کوئی جو بدعت کو اپنائے۔ وہ گمراہ ہوکر دوزخ میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بدعات سے بچنے، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے اور اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا سب کا خاتمہ ایمان کامل پر کرے۔ آمین یارب العالمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ روحانی پرواز۔ صفحہ ۱۹ سے آگے

اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصمؓ کی دوسری خواہش بھی یوں پوری فرمائی کہ دن کے وقت شہد کی مکھیوں کو حضرت عاصمؓ کی نعش مبارک پر پہرے دار مقرر فرما دیا اور کوئی کافر بھی ان کی نعش تک نہ پہنچ سکا۔ چنانچہ کفّار نے رات کے وقت لاش اڑانے کی تجویز کی۔ تو خدا تعالیٰ نے سخت بارش سے خود ہی حضرت عاصمؓ کی لاش مبارک کو آب بُرد کر دیا۔ اور کفّار کی کوئی تدبیر بھی کارگر نہ ہو سکی۔

اب حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کا حال سنئے۔ کفّار نے حضرت زیدؓ کو مکّہ لے جا کر تمام اہل مکّہ کے سامنے سولی پر چڑھا دیا۔ سولی پر چڑھانے سے پہلے ابوسفیان نے پوچھا۔ اے زیدؓ! اگر تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سولی پر چڑھائے جائیں تو اچھا نہ ہوگا؟ حضرت زیدؓ نے جواب دیا کہ میں اتنا بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کانٹا تک بھی پہنچے۔ اس شمع رسالتؐ کے پروانے کا جواب سن کر قریش بہت حیران ہوئے۔

حضرت خبیبؓ نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرا آخری سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت خبیبؓ کا سلام سن کر جواب دیا اور دعا فرمائی۔

یہی حضرت خبیبؓ ہیں جن کو مکہ والوں نے قید میں بھوکے رکھا مگر آپ نے گھر والوں کے بچّے سے پیار کیا اور آپ کے اس سلوک کو دیکھ کر دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے۔

ضروری اطلاع

ایجنٹوں کے بل ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ تک تیار کر دئیے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس تاریخ کے بعد وصول ہونے والی رقمیں بعد میں جمع ہوں گی۔ ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔

(مینجر)

ایجنٹ حضرات متوجہ ہوں

اکثر ایجنٹ حضرات کے واجبات کی ادائیگی باقی ہے۔ اور مالی سال ختم ہونیوالا ہے براہِ مہربانی بقایا رقوم کی ادائیگی جلد از جلد فرمائیں ورنہ ان کے نام بلیک لسٹ میں شائع کر دئے جائینگے

(مینجر)

بچوں کا صفحہ

روحانی پرواز

حضرت عمرؓ کا خط دریائے نیل کے نام

محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل، لاہور

حضرت عمرؓ کا زمانہ ہے اور مصر کا علاقہ فتح ہو چکا ہے۔ ایک دن مصر کے گورنر حضرت عمروؓ بن عاص نے دیکھا کہ مصری باشندے ایک جلوس میں شریک ہیں اور جلوس کے آگے ایک نوجوان لڑکی ہے۔ جسے لوگوں نے دلہن کی طرح سجایا ہوا ہے۔ گورنر نے جب یہ حال دیکھا۔ تو ان کا ماتھا ٹھنکا۔ اور پوچھا کہ یہ کیسا جلوس ہے۔ حضرت عمروؓ بن عاص کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب ان کو معلوم ہوا کہ اسی طرح ہر سال ایک نوجوان لڑکی آراستہ و پیراستہ کر کے دریائے نیل کی نذر کی جاتی ہے۔ اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ لڑکی کی بھینٹ سے دریا خوش ہو کر جوش میں آتا ہے اور زیادہ پانی پھیلاتا ہے اور اس طرح سے زمین زیادہ سیراب ہوتی ہے اور فصلیں ہری بھری رہتی ہیں۔ مصریوں کا خیال تھا کہ اگر اس سال لڑکی نہ ڈبوئی گئی تو دریا خشک ہو جائیگا اور فصلیں برباد ہو جائیں گی۔ مصر کا گورنر یہ سن کر لوگوں کے اس غلط عقیدہ اور انسانی قربانی سے کانپ گیا اور جلوس والوں سے کہا کہ وقتی طور پر اس خیال سے رُک جائیں۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن عاص نے یہ سارا واقعہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھ بھیجا تاکہ حکم کے مطابق تعمیل کی جائے۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے دریائے نیل کے نام ایک خط لکھا جس کا مطلب یہ تھا۔

"اے دریائے نیل! ہر چیز خدا کے قبضہ میں ہے اور اسی کے حکم کے ماتحت چلتی ہے۔ اے دریا! تُو پہلے بھی خدا کے حکم سے بہتا تھا۔ اب بھی تجھے خدا تعالٰے کے حکم سے جاری رہنا چاہیئے۔ لیکن یاد رکھ! اگر انسانی جان کی قربانی، بھینٹ یا نذر سے چلنا ہے تو عمرؓ تیرے خلاف تلوار اٹھائے گا کیونکہ اسلام میں انسانی قربانی منع ہے۔"

آپ نے ایک اور خط گورنر کو لکھا اور حکم دیا کہ مصری لوگوں کو اس خیال سے باز رکھا جائے اور ان کا خط دریا کے نام عین اسی جگہ ڈالا جائے جہاں ہر سال زندہ لڑکی ڈبوئی جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب حضرت عمرؓ کا مکتوب دریائے نیل میں ڈالا گیا تو دریا میں اتنا جوش آیا کہ سارا علاقہ سیراب ہو گیا اور پہلے سے بہت زیادہ اناج پیدا ہوا۔ اور اس دن سے لے کر آج تک دریائے نیل کبھی خشک نہیں ہوا۔

حضرت عاصمؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ ایک دفعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دس آدمیوں کے ہمراہ مکّہ کی طرف تبلیغ اسلام کے لیئے بھیجا۔ جب مکّہ والوں کو خبر ہوئی تو ان کی نیّت بدل گئی چنانچہ کفّارِ مکّہ نے دو سَو سواروں کا ایک جتھا لے کر پہاڑی سے حضرت عاصمؓ اور انکے ساتھیوں پر تیروں کی بارش برسا دی۔ جس سے حضرت عاصمؓ اور ان کے سب ساتھی سوائے حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کے شہید ہو گئے۔ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو قیدی بنا کر مکّہ لے جایا گیا اور بیچ دیا گیا۔

حضرت عاصمؓ نے شہادت سے پہلے دعا کی۔ کہ یا اللہ! ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے حال کی خبر کر دے۔ دوسرے میری لاش کو کفّار کے ناپاک ہاتھوں سے بچا لینا۔ کیونکہ کفّار کی یہ تجویز تھی کہ حضرت عاصمؓ کی لاش مبارک، جسم کے ٹکڑے حتیّٰ کہ ذرا ذرا سے چمڑے کو بھی جلا کر دل ٹھنڈا کریں کیونکہ آپ کے ہاتھوں جنگ بدر میں بڑے بڑے اکابرِ قریش قتل ہوئے تھے۔ سلافہ نامی ایک عورت کے دو لڑکے بھی حضرت عاصمؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور اس نے قسم کھائی تھی کہ حضرت عاصمؓ کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی اور اسی عورت نے حضرت عاصمؓ کے سر کا انعام مقرر کیا تھا کہ جو کوئی عاصمؓ کا سر لائے گا سو اونٹ انعام دُوں گی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت عاصمؓ کے یہ سارے الفاظ بذریعہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیئے گئے اور ادھر

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

۲۰

خدام الدین - لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PA[illegible]N)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء